ہفت روزہ
ندائے خلافت
لاہور
14 مئی 2003ء۔ ۱۱ ربیع الاول ۱۴۲۴ھ
www.tanzeem.org
جلد 12 شمارہ 16

- فیصلہ کن مذاکرات!! (اداریہ)
- وقتی شکست میں مسلمانوں کے لئے قرآن کی رہنمائی (منبر و محراب)
- اقامت دین کی جدوجہد — کیوں اور کیسے؟ (دعوت و تحریک)

عظمت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم: غیر مسلموں کا اعتراف اور شہادت

واقعہ یہ ہے کہ بیسویں صدی اس اعتبار سے نمایاں ترین صدی ہے کہ سابقہ صدیوں کے دوران حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ مبارک سے جو تعصب غیر مسلموں کو تھا وہ رفتہ رفتہ اس صدی کے دوران ختم ہوا ہے اور اس صدی کے دوران آپ ؐ کی عظمت کا اس پہلو سے اعتراف اور اقرار تدریجاً پوری دنیا میں ہوا ہے۔ اس صدی کے بالکل آغاز میں اسی شہر لاہور میں ایم این رائے نے 1920ء میں ''بریڈ لا ہال'' میں The Historical Role of Islam کے موضوع پر ایک لیکچر دیا تھا۔ اس لیکچر میں وہ صاف صاف کہتا ہے کہ تاریخ انسانی کا عظیم ترین انقلاب وہ تھا جو محمد عربی (صلی اللہ علیہ وسلم) نے برپا کیا تھا۔ حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) کے جانشینوں اور جاں نثاروں نے جس سرعت کے ساتھ فتوحات حاصل کیں، اگرچہ اس تیزی کے ساتھ تاریخ انسانی میں فتوحات پہلے بھی ہوئی ہیں لیکن ان فاتحین کی فتوحات محض ہوسِ ملک گیری کا شاخسانہ تھیں، ان کے نتیجے میں کوئی نئی تہذیب یا کوئی نیا تمدن وجود میں نہیں آیا، دنیا میں کوئی روشنی نہیں پھیلی، کوئی علم کا فروغ نہیں ہوا۔ جبکہ محمد عربی (صلی اللہ علیہ وسلم) اور آپ ؐ کے جانشینوں کے ذریعے سے شرقاً غرباً جو فتوحات بڑی تیزی کے ساتھ ہوئی ہیں ان کے نتیجے میں ایک نیا تمدن، نئی تہذیب، علم کی روشنی اور انسانی اقدار کا فروغ وجود میں آیا۔ ایک ایسا معاشرہ وجود میں آیا جو ہر طرح کی زیادتیوں سے پاک تھا۔ اس میں سیاسی جبر نہیں تھا، اس میں معاشی استحصال نہیں تھا، اس میں کوئی سماجی فرق و تفاوت نہیں تھا۔ دوسری طرف 1980ء میں امریکہ میں ڈاکٹر مائیکل ہارٹ کی کتاب The Hundred منظر عام پر آئی، جس میں اس نے پوری معلوم تاریخ انسانی کا جائزہ لیا ہے کہ تاریخ کے سفر کے دوران کن کن شخصیات نے اس تاریخ کے دھارے کا رخ موڑا ہے۔ ان شخصیات میں اس نے نمبر ایک پر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، نمبر دو پر نیوٹن اور نمبر تین پر حضرت مسیح علیہ السلام کو رکھا ہے۔ گویا اس نے تسلیم کیا ہے کہ تاریخ انسانی کی عظیم ترین شخصیت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔

یہ میں نے آپ کو صدی کے اس سرے اور اُس سرے سے دو مثالیں دی ہیں۔ اب ذرا صدی کے درمیان سے بھی مثال دے دوں۔ H.G.Wells (برطانوی فکشن رائٹر) اپنی کتاب Concise History of the World میں لکھتا ہے ''اگرچہ انسانی حریت، اخوت اور مساوات کے وعظ تو دنیا میں پہلے بھی بہت سے کہے گئے ہیں اور ہم دیکھتے ہیں کہ ان چیزوں کے بارے میں مسیح ناصری کے ہاں بھی بہت سے مواعظ حسنہ ملتے ہیں، لیکن یہ تسلیم کئے بغیر چارہ نہیں کہ یہ صرف محمد عربی (صلی اللہ علیہ وسلم) تھے جنہوں نے تاریخ انسانی میں پہلی مرتبہ بالفعل ایک باضابطہ معاشرہ انہی اصولوں پر قائم کر کے دکھایا۔''

(محترم ڈاکٹر اسرار احمد کی کتاب ''عظمتِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم'' سے ماخوذ)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

﴿فَاِذَا قَضَیْتُمْ مَنَاسِکَکُمْ فَاذْکُرُوا اللّٰہَ کَذِکْرِکُمْ اٰبَآءَکُمْ اَوْ اَشَدَّ ذِکْرًا ط فَمِنَ النَّاسِ مَنْ یَّقُوْلُ رَبَّنَا اٰتِنَا فِی الدُّنْیَا وَمَالَہٗ فِی الْاٰخِرَۃِ مِنْ خَلَاقٍ ○ وَمِنْھُمْ مَّنْ یَّقُوْلُ رَبَّنَا اٰتِنَا فِی الدُّنْیَا حَسَنَۃً وَّفِی الْاٰخِرَۃِ حَسَنَۃً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ ○ اُولٰٓئِکَ لَھُمْ نَصِیْبٌ مِّمَّا کَسَبُوْا ط وَاللّٰہُ سَرِیْعُ الْحِسَابِ ○ وَاذْکُرُوا اللّٰہَ فِیْٓ اَیَّامٍ مَّعْدُوْدٰتٍ ط فَمَنْ تَعَجَّلَ فِیْ یَوْمَیْنِ فَلَآ اِثْمَ عَلَیْہِ ج وَمَنْ تَاَخَّرَ فَلَآ اِثْمَ عَلَیْہِ لا لِمَنِ اتَّقٰی ط وَاتَّقُوا اللّٰہَ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّکُمْ اِلَیْہِ تُحْشَرُوْنَ ○﴾ (آیت 200 تا 203)

''پھر جب تم پورے کر چکو حج کے ارکان تو اللہ کو یاد کرو جس طرح اپنے باپ دادا کو یاد کرتے ہو بلکہ اس سے بھی زیادہ ذکرِ الٰہی کرو۔ اور کچھ لوگ ایسے ہیں جو کہتے ہیں اے ہمارے رب! دے دے ہمیں دنیا میں ہی (سب کچھ)' ایسے لوگوں کے لئے آخرت میں کوئی حصہ نہیں۔ اور بعض لوگ ہیں جو کہتے ہیں اے ہمارے ربّ! عطا فرما ہمیں دنیا میں بھی بھلائی اور آخرت میں بھی بھلائی اور بچا لے ہمیں آگ کے عذاب سے۔ انہی لوگوں کو بڑا حصہ ملے گا (دونوں جہانوں میں) بسبب ان کی (نیک) کمائی کے اور اللہ تعالیٰ بہت جلد حساب چکانے والا ہے۔ اور (خوب) یاد کرو اللہ تعالیٰ کو ان دنوں میں جو معدودے چند ہیں اور جو جلدی کر کے دو دنوں میں ہی چلا گیا تو اس پر بھی کوئی گناہ نہیں اور جو کچھ دیر وہاں ٹھہرا رہا تو اس پر بھی کوئی گناہ نہیں (بشرطیکہ) وہ اللہ سے ڈرتا رہا ہو اور تقویٰ اختیار کرو اللہ کا اور خوب جان لو تمہیں اس کی بارگاہ میں اکٹھا کیا جائے گا۔''

حج کے مناسک پورے کرنے کے بعد یعنی دس ذوالحجہ کو قربانی بھی ہو گئی' طواف افاضہ بھی ہو گیا' احرام بھی کھل گیا تو اب اس کے بعد دو یا تین دن منیٰ میں ٹھہرنا ہے۔ یہ وقت بھی اللہ کی یاد میں صرف کرو۔ جیسا کہ پہلے تم اپنے آباؤ اجداد کے کارنامے فخریہ بیان کیا کرتے تھے بلکہ اس سے بھی زیادہ شدومد کے ساتھ اللہ کا ذکر کرو۔ اس موقع پر وہ چھوٹے چھوٹے جلسے منعقد کرتے جہاں ان کے ڈوم اور مراثی آ کر ان کے بڑوں کی باتیں بیان کرتے۔ لہٰذا فرمایا کہ اب وہ سب کچھ چھوڑو۔ آباؤ اجداد کی بڑائیاں بیان کرنے کی بجائے اللہ کا ذکر کثرت سے کرو۔ تم میں کچھ لوگ ایسے بھی ہیں کہ حج کے موقع پر بھی وہ اللہ تعالیٰ سے دنیا ہی کا سوال کرتے ہیں۔ کوئی دولت مانگ رہا ہے' کوئی اولاد' کوئی اپنی پریشانیاں پیش کر رہا ہے۔ یوں ان کی ساری دعائیں دنیا سے متعلق ہوتی ہیں۔ فرمایا کہ ایسے لوگوں کے لئے آخرت میں کوئی حصہ نہیں۔ جب ان کا مطلوب ہی دنیا ہے تو آخرت انہیں کیسے مل جائے گی۔

البتہ ان میں کچھ لوگ ایسے بھی ہیں جو یہ کہتے ہیں کہ ''اے ہمارے پروردگار ہمیں دنیا میں بھی بھلائی عطا فرما اور آخرت میں بھی بھلائی عطا فرما اور ہمیں آگ کے عذاب سے بچا لے''۔ ایسے لوگ ہیں جن کو ان کے نیک اعمال کا آخرت میں ضرور حصہ ملے گا۔ اللہ تعالیٰ کو حساب چکاتے دیر نہیں لگتی۔ اس کے کمپیوٹر بڑے تیز ہیں۔ وہ جھٹ بتا دیں گے کہ ہر ایک کا اعمالنامہ کیا ہے۔ یہ وہ دعا ہے جو بیت اللہ کا طواف کرتے وقت رکن یمانی اور حجر اسود والے کونے کے درمیان پڑھی جاتی ہے۔ طواف کے باقی حصے میں جو چاہیں مانگیں لیکن خاص طور پر اس حصے میں آ کر یہی دعا پڑھی جاتی ہے۔

''اللہ کا ذکر کرو گنتی کے چند دن''۔ یہ وہی الفاظ ہیں جو رمضان کے روزوں سے پہلے ہر ماہ میں تین روزے رکھے جانے کے متعلق ہیں' اس سے مراد منیٰ میں تین دن کا قیام ہے۔ یعنی دس ذوالحجہ کو حج کے مناسک تو پورے ہو گئے اب صرف رمی (شیطانوں کو کنکر مارنا) رہ گئی۔ لہٰذا رمی کرو اور اللہ کا ذکر کرو۔ وہاں گنتی کے چند دن یعنی تین دن قیام کرو۔ ہاں اگر کوئی دو ہی دن میں واپس آ گیا تو اس پر بھی کوئی گناہ نہیں۔ اور جو ایک دن اور ٹھہر گیا تو اس پر بھی کوئی گناہ نہیں۔ تقویٰ اور خلوص و اخلاص شرط ہے۔ اگر تقویٰ نہیں ہے تو چاہے سارا سال قیام کرو کچھ حاصل نہیں۔ پس اللہ کا تقویٰ اختیار کرو۔ اور جان لو کہ تمہیں اُسی کی طرف جمع کیا جائے گا۔ تم سب اللہ کے سامنے اپنے اعمال کی جواب دہی کے لئے حاضر کئے جاؤ گے۔

☆ ☆ ☆

جنت میں داخلے سے روکنے والی چیزیں

((عن ثوبانؓ قال قال رسول اللہ ﷺ مَن ماتَ و ھو بَرِیٌٔ من ثَلٰثٍ اَلْکِبْرِ وَالْغَلُوْلِ وَالدَّیْنِ دَخَلَ الْجَنَّۃَ.)) (اخرجہ الترمذی)

''حضرت ثوبانؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو شخص (یعنی بندہ مومن) تین باتوں سے بری ہو اوہ جنت میں داخل کر دیا جائے گا۔ تکبر سے' خیانت سے اور مقروض ہونے سے''۔

واقعتاً یہ تین چیزیں ایسی ہیں کہ جن کے بارے میں مختلف مواقع پر رسول اللہ ﷺ نے بہت وعید سنائی۔ تکبر تو وہ بیماری ہے کہ جس کے دل میں رائی کے دانے کے برابر بھی تکبر ہوا وہ جنت میں نہیں جائے گا۔ تکبر یہ ہے کہ حق کو جھٹلایا جائے اور لوگوں کو حقیر سمجھا جائے۔ خیانت کے بارے میں بھی اتنی سخت وعید ہے کہ ایک موقع پر ایک مسلمان کے کوئی معمولی چیز مالِ غنیمت سے چھپانے پر آپؐ نے دوزخ کی وعید سنائی۔ جبکہ قرض کے بارے میں آپؐ کا ارشاد ہے کہ شہید فی سبیل اللہ کے سارے گناہ معاف ہو جاتے ہیں سوائے قرض کے۔

اللہ تعالیٰ ہر بندہ مومن کو ان تین برائیوں سے بچائے۔ (آمین)

MAY 2003

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اداریہ

مرزا ایوب بیگ

فیصلہ کن مذاکرات

یہ بات انتہائی خوش آئند ہے کہ حکومت پاکستان اس وقت داخلی اور خارجی دونوں سطحوں پر مذاکرات کی تیاریوں میں مصروف ہے۔ جہاں تک بھارت سے مذاکرات کا تعلق ہے ریکارڈ شاہد ہے کہ ہم نے ہمیشہ دوطرفہ مذاکرات سے مسائل کے حل پر زور دیا ہے۔ اس لئے کہ جنگ تو اس وقت بھی آخری آپشن ہوتی تھی جبکہ اسلحہ تلواروں اور نیزوں تک محدود تھا اور قتل وغارت کا معاملہ اکثر وبیشتر جنگی میدانوں تک محدود رہتا تھا' جبکہ آج دنیا میں ایسا اسلحہ موجود ہے جو اس کرۂ ارضی کا کئی مرتبہ نام ونشان مٹا سکتا ہے۔ خود پاکستان اور بھارت کے پاس ایسا ایٹمی اسلحہ موجود ہے جس سے دونوں ایک دوسرے کو صفحۂ ہستی سے مٹا سکتے ہیں۔

اندرون ملک اپوزیشن سے مذاکرات اور افہام وتفہیم کو ہمیشہ ہم نے تحسین کی نگاہ سے دیکھا ہے۔ کیونکہ ہنگامہ آرائی' توڑ پھوڑ' گو گو اور نو نو سے پہلے ہی ہمارے قومی جسد پر متعدد زخم لگ چکے ہیں۔ ۱۹۷۱ء میں اگر ہم باہمی جھگڑے مذاکرات کی میز پر طے کر لیتے تو یقیناً حالات مختلف ہوتے۔

ہماری رائے میں ان دونوں قسموں کے مذاکرات کا انتہائی گہرا باہمی ربط ہے اگرچہ اپوزیشن اور حکومت کے اختلافات دور ہونے سے بھی کسی خوش فہمی میں مبتلا ہونے کی ضرورت نہیں' لیکن اگر داخلی سطح پر حکومت اپوزیشن مذاکرات ناکام ہو گئے اور محاذ آرائی شروع ہو گئی تو پاکستان پر کشمیر کا خالصتاً بھارتی امریکی حل مسلط کر دیا جائے گا اور قبول نہ کرنے کی صورت میں کشمیر میں دراندازی کا بہانہ بنا کر کوئی مشترکہ کارروائی کی جا سکتی ہے۔ کیونکہ وہ امریکہ جو افغانستان اور عراق میں اپنی حالیہ کامیابیوں سے اتنا بپھر چکا ہے کہ فرانس جیسے ملک کو جو سلامتی کونسل کا مستقل رکن ہے دھمکیاں دے رہا ہے' وہ پاکستان کی کوئی گستاخی کیسے برداشت کرے گا اور اس محاذ آرائی کی وجہ سے پاکستان کو نیچا دکھانا آسان ہو جائے گا—— بھارت اگرچہ امریکہ کا سٹریٹجک پارٹنر ہے اور ماضی میں اس کا دباؤ قبول نہیں کرتا رہا لیکن موجودہ صورت حال میں امریکہ دنیا کے تمام حساس علاقوں میں اپنے مفادات کا مکمل تحفظ چاہتا ہے۔ علاوہ ازیں اپنے بغل بچہ اسرائیل کے لئے پیدا ہونے والے تمام خطرات کو مکمل طور پر ختم کر دینا چاہتا ہے۔ لہٰذا اس مرتبہ وہ بھارت پر بھی دباؤ ڈالے گا' وگرنہ وہ کشمیر میں آزادی کی جدوجہد کی حمایت کر کے بھارت کے لئے بڑا مسئلہ کھڑا کر سکتا ہے۔

آیئے اب ان مذاکرات کا قدرے تفصیلی جائزہ لیں۔ حکومت اپوزیشن مذاکرات کی ضرورت اس وقت محسوس کی گئی جب حکومت نے یہ دعویٰ کیا کہ ایل ایف او ایک صدارتی حکم کے ذریعے آئین کا حصہ بن چکا ہے اور ایسا کرنے کا اختیار صدر کو سپریم کورٹ نے دیا تھا۔ اپوزیشن کا موقف یہ ہے کہ اولاً تو سپریم کورٹ فرد واحد کو آئین میں ترمیم کا حق کیسے دے سکتی ہے جب کہ یہ حق خود سپریم کورٹ کو حاصل نہیں اور اگر یہ تسلیم بھی کر لیا جائے کہ سپریم کورٹ نے جنرل مشرف کو آئین میں ترمیم کا حق دیا تھا تب بھی یہ ترامیم پارلیمنٹ میں پیش ہونی چاہئیں۔ اگر دو تہائی اکثریت ان ترامیم کے حق میں ووٹ دے' اسی صورت میں یہ ترامیم کی جا سکیں گی جیسا کہ جنرل ضیاء الحق نے اپنی ترامیم اسمبلی میں پیش کی تھیں۔ اپوزیشن نے اپنا مطالبہ منوانے کے لئے اسمبلی میں ہنگامہ آرائی شروع کر دی لہٰذا اس ہنگامہ آرائی کے خاتمہ کے لئے مذاکرات کا ڈول ڈالا گیا ہے۔ اپوزیشن نے اپنے مطالبات کا جو چارٹ پیش کیا ہے اس میں اہم نکات یہ ہیں:

1) صدر اور آرمی چیف کے عہدہ پر ایک ہی شخص کو متمکن نہیں ہونا چاہئے۔
2) صدر کے صوابدیدی اختیارات پر نظر ثانی کی جائے۔
3) صدر کو اسمبلی برطرف کرنے کا اختیار نہیں ہونا چاہئے۔
4) ہائی کورٹ اور سپریم کورٹ کے ججوں کی عمروں میں اضافہ واپس لیا جائے۔
5) نیشنل سیکورٹی کونسل کے قیام کو آئین کا حصہ نہ بنایا جائے وغیرہ وغیرہ۔

ان مطالبات میں سے پہلا مطالبہ یعنی صدر باوردی نہیں ہونا چاہئے زبردست اختلاف کا باعث بنے گا۔ دونوں طرف مجبوری ہے۔ صدر اگر وردی اتار دے تو بقول صدر کے اس کا کور کمانڈروں سے رابطہ ختم ہو جائے گا۔ اس کے ساتھ اگر اسمبلی توڑنے کا اختیار بھی ختم ہو گیا تو صدر مشرف صدر فضل الٰہی بن جائیں گے۔ فوج سے تعلق ختم ہونے سے ان کی حکومت پر گرفت ختم ہو جائے گی بلکہ وہ خود نئے آرمی چیف کی طرف دیکھنے پر مجبور ہوں گے اور بڑے بڑے فیصلے کرنے کے لئے انہیں بھی آرمی چیف کی طرف دیکھنا پڑے گا۔ حکومت اور اپوزیشن کے مابین ہونے والے یہ مذاکرات اصلاً صدر مشرف کی موجودہ حکومت میں حیثیت متعین کرنے کے لئے منعقد ہو رہے ہیں۔ مصیبت یہ ہے کہ ہمارے ہاں تمام مذاکرات اور ان میں ہونے والے فیصلے صرف فوری اور موجودہ حالات کے تقاضوں کو مدنظر رکھ کر کئے جاتے ہیں یعنی معاملات اصولوں کی بنیاد پر طے نہیں ہوں گے بلکہ شخصیات کو مدنظر رکھ کر کئے جائیں گے۔ موجودہ صورت حال یہ ہے کہ اپوزیشن ہر قیمت پر اپنے اصل حریف صدر مشرف کو کمزور کرنا چاہتی ہے اور صدر مشرف کے سامنے اپنی ذات ہے کہ میں کس طرح مضبوط اور بااختیار رہوں گا۔ عجیب بات یہ ہے کہ آج اپوزیشن میں بہت سے ایسے لیڈر موجود ہیں جو بھٹو اور نواز شریف کے دور میں ان پر بہت سے اختیارات سمیٹنے اور صدر کو بے اختیار کرنے کا الزام لگاتے رہے۔

اس پس منظر میں اگرچہ مفاہمت بہت مشکل نظر آتی ہے لیکن ناممکن نہیں ہے۔ کیونکہ اپوزیشن میں سب سے بڑی پارٹی ایم ایم اے ہے اور وہ خدا خدا کر کے اسمبلیوں تک پہنچے ہیں۔ وہ یہ بھی جانتے ہیں کہ اگر خدانخواستہ اسمبلیوں کو کچھ ہو گیا اور بے نظیر اور نواز شریف جیسے لیڈروں کو سیاسی میدان میں دوبارہ آنے کی اجازت مل گئی تو انہیں اسمبلیوں میں کہیں جگہ نہیں ملے گی۔ وہ یقیناً چاہیں گے کہ ان عوامی لیڈروں کی غیر موجودگی کی وجہ سے انہیں جو گولڈن چانس ملا ہے وہ ضائع نہ ہو۔ افہام وتفہیم کے لئے اسے ایک مضبوط بنیاد قرار دیا جا سکتا ہے۔

پاک بھارت مذاکرات میں اصل بحث مسئلہ کشمیر پر ہو گی جو یقیناً دنیا کا مشکل ترین اور انتہائی ٹیڑھا مسئلہ ہے۔ اس مسئلہ کی بنیاد پر جو دو ہمسایہ ممالک ایک دوسرے کے بدترین دشمن ہیں وہ دونوں چونکہ ایٹمی قوتیں ہیں لہٰذا یہ فیکٹر امریکہ کی نیندیں حرام کئے ہوئے ہے۔ دوسرے یہ کہ کشمیر جنوبی ایشیا کا تقریباً وسط بھی ہے اور جنوبی ایشیا کی چھت بھی کہلا سکتی ہے۔ امریکہ

(باقی صفحہ 16 پر)

ہفت روزہ **ندائے خلافت** لاہور
ایل آر ایل نمبر: 50 جلد: 12 شمارہ 16
سالانہ زر تعاون: 250 روپے' قیمت: 5 روپے
مطبع: مکتبہ جدید پریس' ریلوے روڈ' لاہور
پبلشر: اسعد احمد مختار طابع: رشید احمد چوہدری
مقام اشاعت: 36۔ کے' ماڈل ٹاؤن لاہور' فون 03-5869501
بانی: اقتدار احمد مرحوم
مدیر: حافظ عاکف سعید
نائب مدیر: فرقان دانش خان

وقتی شکست میں مسلمانوں کے لئے قرآن کی رہنمائی!

مسجد دارالسلام باغ جناح' لاہور میں امیر تنظیم اسلامی حافظ عاکف سعید کے 2 مئی 2003ء کے خطاب جمعہ کی تلخیص

امت پر اس وقت جو حالات گزر رہے ہیں اس کے حوالے سے قرآن مجید ہمیں کیا رہنمائی دیتا ہے اور ہمیں کیا لائحہ عمل اختیار کرنا چاہئے اس موضوع پر گزشتہ خطباتِ جمعہ میں تفصیلی گفتگو ہو چکی ہے۔ موجودہ حالات کے حوالے سے ایک اور پہلو یہ ہے کہ اس وقت مسلمانوں کے دل زخم خوردہ ہیں۔ پہلے افغانستان اور اب عراق میں مسلسل شکست' مسلسل حزیمت' جان و مال کا نقصان اور بے گناہ مسلمانوں کا جو قتل عام ہو رہا ہے اس پر ہر صاحب دل خون کے آنسو روتا ہے۔

جب مسلمانوں پر صدمے کی یہ کیفیت ہو' دل زخموں سے چُور ہو تو اس حالت میں قرآن کی خصوصی رہنمائی اور دلوں پر مرہم رکھنے کے حوالے سے سورۂ آل عمران کا 14واں رکوع بہت اہم ہے' کیونکہ یہ آیات غزوۂ احد کے تناظر میں نازل ہوئی تھیں۔ غزوۂ احد میں مسلمانوں کو وقتی طور پر شکست ہوئی تھی۔ اس وقت مسلمانوں میں ایک افسردگی کی کیفیت تھی' ان کے دل زخمی تھے۔ ان حالات میں جو آیات نازل ہوئیں ان میں ہمارے لئے ابدی رہنمائی بھی ہے اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے مسلمانوں کے زخمی دلوں پر مرہم رکھنے کا جو سامان کیا گیا تھا اس میں ہمارے زخموں کے لئے بھی مرہم کا پھاہا موجود ہے۔ غزوۂ اُحد میں مسلمانوں کی شکست کا جو سبب بنا وہ یہ تھا کہ پہاڑی درے پر مامور 50 تیر اندازوں میں سے 35 نے لوکل کمانڈر کی نافرمانی کی۔ دراصل حضور اکرم ﷺ کا حکم تھا کہ اس درے سے تم کسی صورت نہ ہلنا خواہ تم دیکھو کہ ہمیں شکست ہو جائے اور خواہ ہماری لاشوں کو پرندے نوچ نوچ کر کھا رہے ہیں۔ لیکن انہوں نے جب دیکھا کہ مسلمانوں کو فتح ہو گئی ہے اور کفار کا لشکر اس وقت راہِ فرار اختیار کر رہا ہے تو انہوں نے حضور ﷺ کے اس حکم کا مطلب یہ لیا کہ وہ حکم شکست کی صورت میں تھا۔ اب چونکہ فتح ہو گئی ہے تو وہ جگہ چھوڑنے میں کوئی حرج نہیں۔ لیکن ان پچاس تیر اندازوں کے لوکل کمانڈر حضرت جبیرؓ کا فیصلہ تھا کہ جو کچھ میں نے حضور ﷺ کے اس حکم سے سمجھا وہ یہ ہے کہ فتح ہو یا شکست ہمیں یہیں پر رہنا ہے جب تک کہ آنحضور ﷺ خود ہمیں یہاں سے طلب نہ فرمائیں' لہٰذا ان کا حکم تھا کہ کوئی یہ جگہ نہ چھوڑے۔ لیکن 35 افراد نے حکم عدولی کی۔ یہ Indicispline کا بہت بڑا واقعہ تھا (جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ لوکل کمانڈر کی اطاعت بھی اسی طرح ضروری ہے جیسے سپہ سالار کی ہوتی ہے) جس پر اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو سبق سکھانے کے لئے پانسا پلٹا اور مسلمانوں کو بڑا نقصان اٹھانا پڑا۔ سورۂ آل عمران کے اس رکوع کی ابتداء میں ان اسباب کا ذکر ہو رہا ہے جن کے باعث مسلمانوں سے اس کمزوری کا صدور ہوا۔ چنانچہ فرمایا:

''اے اہلِ ایمان! مت کھاؤ سُود دگنا چوگنا''۔ یہ امر غور طلب ہے کہ بات ہو رہی ہے غزوۂ احد میں شکست کی اور فرمایا جا رہا ہے کہ سود مت کھاؤ۔ بظاہر ان میں بُعد نظر آتا ہے لیکن حقیقتاً ان دونوں معاملات کا آپس میں بہت گہرا تعلق ہے۔ سود کیا ہے۔ دراصل یہ ایک ذہنیت ہے جو مال و دولت کی شدید محبت' دولت کی پرستش' اسی کے پیچھے ہلکان ہونے اور اسے دوگنا چوگنا کرنے کے چکر میں ہر وقت رہنے کو ظاہر کرتی ہے۔ جس کو مال و دولت سے محبت ہو گی تو اُسے دنیا سے محبت ہو گی' جس کا نتیجہ یہ ہو گا کہ انسان موت سے کراہت محسوس کرے گا' اس کے اندر بزدلی در آئے گی۔ یہ امریکن فوجیوں میں بزدلی کیوں ہے؟ امریکی افواج سے ٹیکنالوجی کے لحاظ سے کوئی فوج آگے نہیں ہے لیکن اس کے باوجود وہ بزدل ہیں۔ پچھلی جو گلف وار ہوئی تھی انہوں نے اتحادیوں کو آگے رکھا تھا۔ اس دفعہ وہ کولیشن نہ بنا سکے' بہت کم ممالک ان کے ساتھ ہیں۔ تاہم اب بھی برطانوی فوجی آگے ہیں۔ کیوں؟ اس لئے کہ دنیا کی محبت قلب و ذہن پر مسلط ہو تو آدمی موت کو گلے کیسے لگائے۔ بہرحال دنیا اور مال کی محبت کے نتیجے میں ہی بزدلی اور کم ہمتی پیدا ہوتی ہے۔ دنیا سے محبت کے اعتبار سے سب سے گھناؤنی شے سود ہے۔ آپ کو معلوم ہے سود کی آخری حرمت ۹ ہجری میں آئی جبکہ غزوۂ احد ۳ ہجری کو پیش آیا۔ گویا ابھی آخری حرمت نہیں آئی تھی لیکن یہاں بھی اشارہ کر دیا کہ سود مت کھاؤ۔ بعد میں تو یہ فرما دیا گیا کہ اگر نہیں چھوڑتے تو اللہ اور رسول کی طرف سے اعلانِ جنگ ہے۔ بہرحال غزوۂ احد کے موقع پر بھی بتا دیا گیا کہ اپنی اس کمزوری کو دور کرنے کے لئے سود سے باز آؤ کیونکہ یہ ایک مخصوص ذہنیت (Mentality) کو جنم دیتا ہے جس کے باعث ایک طرز فکر' ایک طرزِ معاشرت وجود میں آتی ہے۔ اسلام کا جو نظریہ ہے' اس کے جو عقائد ہیں' اس کی جو سوچ ہے' اس کی جو فکر ہے' ان سب کے لئے سود' سودی ذہنیت اور سودی نظام سم قاتل ہے۔ اس لئے یہاں فرمایا جا رہا ہے:

''مت کھاؤ سود دگنا چوگنا اور اللہ کا تقویٰ اختیار کرو تا کہ تم فلاح پاؤ۔''

فلاح کے لئے اصل شرط تقویٰ ہے۔ جو دراصل ایمان و عمل کا مرکب ہے۔ یہی بات سورۂ آل عمران کی آیات 102 تا 104 میں بیان ہوئی ہے جن میں امت مسلمہ کے لئے سہ نکاتی لائحہ عمل بیان کیا گیا ہے۔ وہاں بھی افراد کے لئے تقویٰ کو لازمی قرار دیا گیا ہے اور یہاں بھی بات تقویٰ سے شروع ہو رہی ہے۔ آگے فرمایا:

''اور بچو اس آگ سے جو تیار کی گئی کافروں کے لئے۔''

خطاب تو اہل ایمان سے ہو رہا ہے اور فرمایا جا رہا ہے کہ بچو اس آگ سے جو کافروں کے لئے تیار کی گئی ہے یعنی سود کو اگر نہیں چھوڑتے تو یہ تمہیں اس جہنم تک پہنچا کر چھوڑے گا جو اصلاً کافروں کے لئے تیار کی گئی ہے۔ اسی کے ساتھ فرمایا جا رہا ہے:

''اور اطاعت کرو اللہ اور اس کے رسولؐ کی تا کہ تم پر رحم کیا جائے۔''

ایک طرف اللہ کی ناراضگی اور دوسری طرف اللہ کی رحمت ہے۔ اللہ کی رحمت اور نصرت مسلمانوں کے شامل حال ہو جائے تو کوئی قوت ان پر غالب نہیں آ سکتی۔ اللہ کی رحمت ان لوگوں کے لئے ہے جو غیر مشروط اور بلا استثناء اللہ اور اس کے رسولؐ کی کلی اطاعت کریں۔ آگے فرمایا:

''اور دوڑو! اپنے رب کی بخشش کی جانب اور اس جنت کی طرف جس کا عرض آسمانوں اور زمین کے برابر ہے۔ (وہ جنت) تیار کی گئی ہے متقین کے لئے۔''

دیکھئے! قرآن ہمیں کیا سبق دے رہا ہے۔ بات غزوۂ احد کی ہو رہی ہے۔ اس رکوع سے پہلے اور بعد میں بھی غزوۂ احد کا ذکر ہے' مسلمانوں کو چرکا لگا ہے۔ ان حالات میں بھی قرآن یہ سبق دے رہا ہے کہ اپنی نگاہیں آخرت پر رکھو کہ اصل منزل وہ ہے۔ مالِ غنیمت کا حصول یا کشور کشائی تمہارے پیش نظر نہیں ہونی چاہئے۔ بلکہ اللہ کی مغفرت کی طرف سبقت لے جانے کی کوشش کرو یعنی ان کاموں کی طرف متوجہ ہو جاؤ جن پر تم اللہ کی رحمت اور

مغفرت کے مستحق بن سکو۔ ایک تفسیر یہ کی گئی ہے اگر ایک شخص یہ سمجھے کہ میں اپنے اعمال کے بل پر جنت میں پہنچ سکتا ہوں تو یہ بہت بڑی غلط فہمی ہے۔ حضور ﷺ کا فرمان ہے ''کوئی شخص جنت میں داخل نہیں ہوسکتا جب تک اللہ کی رحمت اور مغفرت اس کی دستگیری نہ فرمائے''۔ اللہ کی رحمت اور مغفرت کے حصول کے لئے ضروری ہے کہ اللہ نے ہم پر جو دینی ذمہ داریاں عائد کی ہیں ان پر عمل پیرا ہوا جائے۔

آگے متقیوں کے کچھ نمایاں اوصاف کا بیان ہے:

''وہ لوگ کہ جو خرچ کرتے ہیں آسودگی میں بھی اور تنگی میں بھی اور یہ اپنے غصّے کو دبانے والے اور لوگوں کو معاف کرنے والے ہیں۔''

دیکھئے ایک سودی ذہنیت ہوتی ہے جس کا اوپر ذکر آیا کہ جو پیسے بھی آپ بچالیں اسے اور پیسہ کمانے میں لگائیں۔ اگر کچھ بچت ہوگئی ہے مہینے کے اختتام پر تو کیوں نہ اسے سود میں لگایا جائے' آخر بچوں کی بھی فکر کرنی ہے' ان کے مستقبل کا بھی خیال کرنا ہے۔ اس کی طرف توجہ دلانے والا پورا میڈیا ہے' ہمارا معاشرہ ہے۔ وہ آپ کو یہی سبق سکھائے گا' بڑے ناصحانہ انداز میں کہا جائے گا کہ مستقبل کے لئے بچا کر رکھو۔ یہ کیا اللہ کی راہ میں لٹا رہے ہو' کل کی فکر نہیں ہے' یہ سودی ذہنیت ہے۔ جو طرزِ فکر قرآن دینا چاہتا ہے وہ یہ ہے کہ وہ خرچ کرتے ہیں چاہے آسودہ حال ہوں چاہے تنگی میں ہوں۔ اگر تنگی میں ہیں تو پھر بھی اپنی حیثیت کے مطابق کچھ نہ کچھ خرچ کرتے ہی رہیں گے۔ مثلاً اگر کسی کی پانچ ہزار روپے آمدنی ہے اور وہ 500 روپے اللہ کی راہ میں لگا رہا ہے۔ جب اس کی آمدنی گھٹ کر 2500 رہ گئی تو پھر بھی وہ کچھ نہ کچھ اللہ کی راہ میں دیتا رہے۔ یہ طرزِ عمل سودی ذہنیت کے بالکل برعکس ہے۔ اس لئے کہ ایسے شخص کا مطمحِ نظر آخرت ہے۔ اسے یقین ہے کہ اللہ اس کو وہاں بڑھا چڑھا کر لوٹائے گا۔ اس کی اصل ضرورت وہاں کی ہے۔ یہاں جو کچھ بینکوں میں multiply ہو رہا ہے تمہارے کسی کام کا نہیں ہے۔ وہ تمہارا ہے ہی نہیں۔ آج آنکھ بند ہوتی ہے تو کسی اور کا ہے۔ بلکہ وہاں آخرت میں جا کر اس کا حساب دینا پڑے گا۔ یہ ہیں اہلِ تقویٰ کے اوصاف' جبکہ لوگ سمجھتے ہیں کہ کوئی خاص تسبیحات یا کوئی خاص حلیہ اختیار کرنے سے انسان متقی بن جاتا ہے لیکن قرآن بتا رہا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جنت ایسے لوگوں کے لئے تیار کی ہے جو سود سے گریز کرتے ہیں' اللہ اور اس کے رسولؐ کی اطاعت پر کاربند ہیں' اللہ کی مغفرت کے حصول کی خاطر دینی فرائض ادا کرنے پر کمربستہ ہیں' اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں' اپنے غصے پر قابو رکھتے ہیں اور لوگوں کو معاف کردیتے ہیں' اللہ تعالیٰ ایسے ہی حسنِ عمل کا مظاہرہ کرنے والوں کو پسند کرتا ہے۔

ایسے لوگوں کا اگلا وصف یہ بیان ہوا:

''وہ لوگ کہ جب کسی کھلے گناہ کا ارتکاب کر بیٹھیں یا اپنی جانوں پر ظلم ڈھائیں تو وہ فوراً اللہ کو یاد کرتے ہیں اور اپنی خطاؤں پر بخشش مانگتے ہیں''۔

اگر ایک شخص شعوری طور پر ہدایت کے راستے کو اختیار کرتا ہے۔ تو اس کا یہ مطلب نہیں کہ وہ نفس کے حملوں یا شیطان کے حملوں سے محفوظ ہوگیا۔ لہٰذا فرمایا کہ اگر کہیں ان سے گناہ کا ارتکاب ہوجائے یا وہ فرائضِ دینی کی ادائیگی میں کوتاہی کے باعث اپنی جانوں پر ظلم کر بیٹھیں تو پھر وہ فوراً توبہ کرتے ہیں' فوراً اللہ کو یاد کرتے ہیں اور اپنے گناہوں پر مغفرت چاہتے ہیں۔

آگے بڑے پیارے الفاظ ہیں: ''کون ہے گناہوں کا بخشنے والا سوائے اللہ کے۔'' اس کے دو پہلو ہیں۔ ایک تو یہ کہ اس کائنات میں ایک ہی ہستی ہے جسے اختیار ہے گناہ کے بخشنے کا' اور کسی کو نہیں۔ کوئی پوپ کسی کے گناہ نہیں بخش سکتا' یہ اختیار صرف اللہ کو ہے۔ دوسرے یہ کہ اللہ تعالیٰ کی تو شان ہی یہ ہے کہ وہ گناہوں کو بخشنے والا ہے کوئی متوجہ تو ہو۔ وہ پسند کرتا ہے کہ بندے میرے سامنے گڑگڑائیں' انکساری کریں' متوجہ ہوں۔

اس رکوع پر گفتگو ان شاء اللہ آئندہ جمعہ بھی جاری رہے گی کیونکہ وہ آیات آگے آئیں گی جن میں مسلمانوں کے زخموں پر مرہم رکھنے کا اسلوب ہے ○○

تنظیم اسلامی کا پیغام
نظام خلافت کا قیام

میٹرک کے امتحانات سے فارغ طلبہ کے اوقات کا بہترین مصرف

قرآن کالج آف آرٹس اینڈ سائنس

191۔ اتاترک بلاک' نیوگارڈن ٹاؤن' لاہور (فون: 5833637)

کے زیرِ اہتمام اِس سال

اسلامک جنرل نالج ورکشاپ

کا انعقاد — 12 مئی تا 14 جون 2003ء — ہوگا' ان شاء اللہ

❁ اوقات: صبح 8:30 تا دوپہر 12:10 بجے روزانہ

❁ مضامین

1) تجوید و ناظرہ
2) مطالعہ قرآن حکیم
3) مطالعۂ حدیث
4) تعارف ارکان اسلام' مسائل نماز
5) کمپیوٹر EDP
6) بنیادی انگلش گرامر پر خصوصی لیکچرز

❁ کورس کے اختتام پر کامیاب طلبہ میں اسناد تقسیم کی جائیں گی۔

❁ ہاسٹل میں محدود سہولت دستیاب ہے۔ ہاسٹل میں مقیم طلبہ کو شام کے اوقات میں بھی مصروف رکھنے کا اہتمام ہوگا۔ ان شاء اللہ

نوٹ: کورس فیس 300 روپے' جبکہ ہاسٹل میں مقیم طلبہ کے لئے زرِ طعام 1000 روپے

ان مستحق طلبہ کے لئے جو واجبات ادا نہ کرسکتے ہوں' خصوصی رعایت کی سہولت

حضرت شاہ ولی اللہؒ کی سیاسی تحریک

سید قاسم محمود

ڈاکٹر محمود حسین لکھتے ہیں: ''ہندوستان کی اٹھارویں صدی' شاہ ولی اللہ کی صدی ہے''۔

شاہ ولی اللہ نہ تو صرف مصلح و مجدد تھے اور نہ صرف سیاسی مفکر و رہنما۔ دنیا میں مسلمانوں کے چند ہی مفکر ایسے ہوئے ہیں' جنہوں نے اپنے عہد کے حالات و کوائف کے اسباب و علل کا پورا جائزہ لے کر اپنی اعلیٰ فکر کی روشنی میں سیاست اور حکومت کے نظریات سے بحث کی ہے' اور نہ صرف بحث کی ہے بلکہ سیاست میں قائدانہ عملی کردار ادا کیا ہے۔ اسلامی افکار و نظریات کی تشکیل جدید کے جو سیاسی مفکرین پیدا ہوئے ہیں' اُن میں ابن رشد' امام رازی' ابن تیمیہ اور امام غزالی کا نام سرفہرست ہے اور بقول مولانا شبلی نعمانی ''شاہ ولی اللہ کا اسم گرامی بھی اس فہرست میں نمایاں مقام پر شامل ہے۔''

شاہ صاحب کو ہندوستان میں مغلیہ حکومت کے سنبھل جانے کی کوئی امید نہ تھی' البتہ وہ مسلمانوں کے سیاسی زوال کو اُس وقت تک کے لئے روک دینا چاہتے تھے' جب تک اندرونی عمرانی حالات کے تحت کوئی متبادل انتظام نہ ہو جائے۔ ان کے نزدیک سیاسی تحریک کی کامیابی کے لئے یہ ضروری تھا کہ سب سے پہلے گرد و پیش کے حالات درست ہو جائیں۔ اُس وقت مغل بادشاہ سازشوں میں جکڑا ہوا تھا۔ شاہ صاحب نے اپنے سیاسی تدبر سے بادشاہ کو خوابِ غفلت سے بیدار کرنے کی کوشش کی مگر وہ ناکام رہے۔ پھر انہوں نے امراء کو مخاطب کر کے توجہ دلائی' مگر کسی سنجیدہ مشورے کو سننے کی صلاحیت کھو چکے تھے۔

پہلی اُمید: نظام الملک آصف جاہ

اس کے بعد وہ مایوس ہو کر نظام الملک آصف جاہ کی طرف متوجہ ہوئے کیونکہ اعلیٰ مغل حاکموں میں وہی ایک ایسا شخص تھا جو بلند اصولوں کا دلدادہ تھا اور جس میں کردار کی اتنی قوت بھی تھی کہ وہ چاروں طرف کے انحطاط اور کوتاہ اندیشی سے بالاتر ہو کر کچھ سوچتا' مگر یہ کار آزمودہ منتظم دارالحکومت دہلی سے کوچ کر کے دکن چلا گیا۔ اس پر شاہ ولی اللہ کی پُر درد استدعا کا کوئی اثر نہ ہوا' جس کی وجہ غالباً یہ تھی کہ وہ ایک تجربہ کار مدبر اور منتظم ہونے کی حیثیت سے عالم و فاضل فلسفی کے مقابلے میں اس امر کو بہ طریق احسن جانتا تھا کہ دہلی کا دربار اب اصلاح کے مرحلے سے گزر چکا ہے اور اسے کم سے کم دکن ہی کو بچانے کی کوشش کرنی چاہئے۔ نظام الملک کو دہلی کے حالات سے اس قدر کوفت ہوئی کہ وہ بادشاہ کو اپنے ساتھ لے جانا چاہتے تھے' مگر شاہ ولی اللہ نے انہیں ایسا کرنے سے باز رکھا۔

دوسری اُمید: نجیب الدولہ روہیلہ

ہندوستان کی سیاست میں واحد عنصر (یعنی خود مسلم انڈیا کے اندر) واحد عنصر جس سے کچھ اُمید ہو سکتی تھی' روہیلوں کا تھا' جنہیں نادر شاہ افشار نے اُن کے کوہستانی وطن سے نکال دیا تھا اور وہ ایک تازہ دم فوج کی طرح برعظیم میں داخل ہوئے تھے۔ لفظ روہیلہ ''روہ'' سے بنا ہے جو اُس کوہستانی علاقے کا نام تھا جو پاکستان کی شمالی مغربی سرحد پر واقع ہے۔ یہ بہادر کوہستانی باشندے صدیوں سے برعظیم کے فرماں رواؤں کی ملازمت کرتے چلے آئے تھے اور انہوں نے ترکوں سے اقتدار چھین کر خود اپنی سلطنت (روہیل کھنڈ) بھی قائم کر لی تھی۔ اُن کی خوبیاں یہ تھیں کہ وہ بہادر جنگ جُو تھے اور اپنی قوت اور سادہ عادات کو انہوں نے ضائع نہیں کیا تھا۔ وہ ابھی تک دہلی کی بدعنوانیوں اور بداخلاقیوں سے داغ دار نہیں ہوئے تھے۔ وہ پکے باکردار مسلمان تھے اور طبقاتی امتیازات نے ان کی معاشرت کی جڑوں کو کھوکھلا نہیں کیا تھا۔ وہ مغلوں کی طرح زوال پذیر' درماندہ اور ازکار رفتہ نہیں تھے۔ ان کی یہ خوبیاں انہیں مسلمانوں کی آئندہ قیادت کے لئے دوسروں سے ممتاز بناتی تھیں۔ چنانچہ شاہ ولی اللہ نے دہلی میں مسلمانوں کے سیاسی اقتدار کو بحال کرنے کے لئے روہیلوں کو استعمال کرنے کا خیال کیا۔

مگر شاہ ولی اللہ روہیلوں کی شدید کوتاہیوں اور کمزوریوں سے بے خبر نہ تھے۔ ان کی تعداد اتنی قلیل تھی کہ وہ اتنے زبردست کام کو سرانجام نہیں دے سکتے تھے اور ان کے وسائل بھی ناکافی تھے۔ وہ اتنے زیادہ آزاد' خود رائے اور ضد کے پکے تھے کہ بعض اوقات متحدہ عمل ان کے لئے ممکن نہ رہتا تھا۔ راسخ الاعتقادی کا جو عقیدہ ان کے ذہن میں رچ بس گیا تھا' اُس سے معمولی انحراف بھی ان کے نزدیک بدعت تھا۔ اپنے خیالات و عقائد میں اس درجہ پختگی ہی کی وجہ سے شیعوں کی نئی ریاست ''اودھ'' کے ساتھ ان کی مخاصمت پیدا ہو گئی' جس کا آخری انجام یہ ہوا کہ روہیلوں کی اپنی سیاست قوت تباہ و برباد ہو گئی۔ (یہ الگ بات ہے کہ انگریز گورنر جنرل وارن ہیسٹنگز نے روہیل کھنڈ کی فتح کے لئے اودھ کو برطانوی فوجیں مدد کے لئے دیں اور اس طرح دو مسلم قوتوں کی روایتی دشمنی کا فیصلہ اودھ کے حق میں کرا دیا)

شاہ ولی اللہ روہیلوں کی ان کوتاہیوں سے بے خبر نہیں تھے۔ مگر اس کے باوجود ان کے لئے روہیلوں کی طرف امید بھری نگاہ کرنے کے سوا چارۂ کار نہ تھا۔ حالات کے مطابق روہیلے ہی واحد وسیلہ تھا۔ شاہ صاحب کے اعلیٰ سیاسی تدبر کا یہ کمال ہے کہ انہوں نے روہیلوں کی طاقت کو مسلم انڈیا کے لئے مفید مطلب بنانے کے لئے ایک اور ترکیب سوچی۔ کیوں نہ روہیلہ طاقت کو بیرونی افغان طاقت کے ساتھ مشترک و متحد کر کے' ایک نیا عسکری اتحاد قائم کیا جائے؟ اب یہ واضح ہو چکا تھا کہ سلطنت مغلیہ کو تقویت پہنچانے کے لئے بیرونی امداد کی فوری ضرورت ہے۔ غیر مسلموں سے امداد طلب کرنے کے نتائج شاہ صاحب دیکھ چکے تھے۔ واحد مسلم طاقت جو کچھ مدد دے سکتی تھی وہ افغانستان میں احمد شاہ ابدالی کی قائم کردہ نئی ریاست تھی۔

ہندوستان کے تاریخ دان جناب خلیق نظامی نے ''شاہ ولی اللہ کے سیاسی مکتوبات'' جمع و مرتب کر کے شائع کئے ہیں۔ ان ''مکتوبات'' کے مطالعے سے معلوم ہوتا ہے کہ شاہ صاحب ایک طرف تو روہیلوں کے سردار نجیب الدولہ سے خط و کتابت کر رہے تھے اور دوسری طرف احمد شاہ ابدالی کو اپنے خطوط سے نجیب الدولہ کی طرف مائل کرنے کی کوشش کر رہے تھے۔ نجیب نے معمولی سپاہی کی حیثیت سے آغاز کر کے بڑھتے بڑھتے اقتدار تک پہنچا تھا۔ وہ 1743ء میں روہیل کھنڈ آیا اور ایک سردار کی ملازمت میں پیادہ سپاہی کی حیثیت سے داخل ہو گیا' مگر اپنی قابلیت اور کارکردگی کے باعث اس نے مسلسل ترقی کی یہاں تک کہ صفدر جنگ کو دبانے کے لئے جب نجیب نے مغل بادشاہ احمد شاہ کا ساتھ دیا تو پنج ہزاری کا اعلیٰ منصب اور نجیب الدولہ کا خطاب پایا۔ اس کے بعد جب عالمگیر دوم بادشاہ ہوا تو اس کا انحصار مرہٹوں کی امداد پر تھا' اور یہ بات نجیب الدولہ کو بہت ناگوار گزری۔ نجیب پر شاہ ولی اللہ کے سیاسی خیالات کا اثر پڑ چکا تھا۔ وہ شاہ صاحب کا بہت احترام کرتا تھا۔ ان سے اس کی مخلصانہ خط و کتابت ہوتی تھی اور ان کے مشورے کو وہ ہمیشہ قبول کرتا تھا۔ شاہ ولی اللہ کی یہ توقع کہ نجیب ایک ایماندار مسلمان ثابت ہوگا اور مسلمانوں کو مرہٹوں' جاٹوں اور سکھوں نے جس ذلت و خواری میں مبتلا کر دیا تھا وہ انہیں نکالنے کی ہر ممکن کوشش کرے گا نیز وہ احمد شاہ ابدالی

کے ساتھ ہر ممکن تعاون کرے گا حق بجانب ثابت ہوئی۔

آخری اُمید: احمد شاہ ابدالی

مورخ سرجادوناتھ سرکار نے لکھا ہے:

''شاہ صاحب کی سیاسی بصیرت کا اس امر سے اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ انہوں نے اپنے وقت کی دو عظیم شخصیتوں کو ایک جگہ جمع کر دیا''۔

شاہ صاحب نے احمد شاہ ابدالی سے بھی خط وکتابت کی جس میں مسلمانانِ ہند کے مصائب بیان کئے اور ان موذیوں کے پنجے سے مسلمانوں کو نجات دلانے کے لئے جو فرائض ابدالی پر ایک مسلمان فرماں روا کی حیثیت سے عائد ہوتے تھے ان کی طرف توجہ دلائی۔ اس زمانے میں راناجی سندھیا پنجاب پر قبضہ کر کے ساباجی سندھیا کو پنجاب کا گورنر مقرر کر چکا تھا اور اب راناجی سندھیا خود روہیل کھنڈ پر حملہ کرنے کی تیاریاں کر رہا تھا۔ شاہ صاحب نے تمام حالات کا تفصیلی تجزیہ پیش کرتے ہوئے احمد شاہ ابدالی کو خط لکھا: ''دہلی سے دو کوس کے فاصلے سے آگرہ کے آخر تک اور میوات کی حدود سے فیروز آباد و شکوہ آباد تک سورج مل قابض ہو گیا۔ کسی کی طاقت نہیں کہ وہاں اذان اور نماز جاری کر سکے...... بادشاہ کے نوکر جو ایک لاکھ سے زائد تھے' ان میں پیادہ اور سوار بھی تھے' اہل نقدی اور جاگیر دار بھی۔ بادشاہوں کی غفلت سے نوبت یہاں تک آن پہنچی ہے کہ جاگیر دار اپنی جاگیروں پر عمل دخل نہیں پاتے۔ کوئی غور نہیں کرتا کہ اس کا باعث بے عملی ہے۔ جب شاہی خزانہ نہیں رہا' نقدی بھی موقوف ہو گئی تو آخر کار سب ملازمین تتر بتر ہو گئے اور کاسۂ گدائی اپنے ہاتھ میں لے لیا۔ سلطنت میں بجز نام کے کچھ باقی نہ رہا۔ جب ملازمین شاہ کا یہ برا حال ہے تو دیگر اشخاص کے حال کو جو وظیفہ خوار یا سوداگر یا اہل صنعت ہیں' قیاس کر لینا چاہئے کہ کس حد تک خراب ہو گیا ہو گا۔ طرح طرح کے مظالم اور بے روزگاری میں یہ لوگ گرفتار ہیں۔ اس وقت جو عمل دخل سرکار بادشاہی میں باقی ہے وہ ہندوؤں کے ہاتھوں میں ہے' کوئی متصدی و کارکن سوائے ان کے اور کوئی نہیں۔ سب قسم کی دولت و ثروت ان کے گھروں میں جمع ہے۔ افلاس کی مصیبت مسلمانوں پر چھا رہی ہے۔ بات طویل ہو گئی اور اختصار کی حد سے باہر نکل گئی۔ حاصل کلام یہ ہے کہ ہندوستان میں غیر مسلموں کے غلبے کی نوعیت یہی ہے جو معرضِ بیان میں آئی اور مسلمانوں کا ضعف اس حد تک پہنچ گیا ہے جو لکھا گیا...... ''اس زمانے میں ایسا بادشاہ جو صاحبِ اقتدار و شوکت ہو۔ مخالفین کے لشکر کو شکست دیتا ہو' دور اندیش اور جنگ آزما ہو' سوائے آنجناب کے اور کوئی نہیں۔ یقینی طور پر جناب عالی پر فرض ہے' ہندوستان کا قصد' مرہٹوں کا تسلط توڑنا در ضعیف مسلمانوں کو غیر مسلموں کے پنجے سے آزاد کرانا''۔

اسی مکتوب میں آگے چل کر شاہ صاحب نے اس امر کا بھی اشارہ کر دیا ہے کہ نادر شاہ آیا اور دہلی لوٹ کر چلتا بنا۔ ایسا بھی نہیں چاہئے' بلکہ فرض عین سمجھ کر ظلم سے رہائی دلانے آنا چاہئے۔ چنانچہ لکھتے ہیں: ''پناہ مانگتا ہوں اس بات سے کہ نادر شاہ کی طرح عمل ہو کہ وہ مسلمانوں کو زیر و زبر کر گیا' اور مرہٹہ اور جاٹ کو سالم و غانم چھوڑ کر چلتا بنا۔ نادر شاہ کے بعد سے مخالفین قوت پکڑ گئے اور لشکرِ اسلام کا شیرازہ بکھر گیا۔ سلطنت دہلی بچوں کا کھیل بن گئی''۔

سرجادوناتھ سرکار نے لکھا ہے: ''نادر شاہ کے حملے نے سلطنت دہلی کا مرکز تباہ کر دیا۔ ہندوستان میں بعض نئی طاقتوں کا عروج بھی اسی وجہ سے ہوا۔ دہلی کی سلطنت اتنی کمزور ہو گئی کہ نئی طاقتوں کا مقابلہ نہ کر سکی''۔ پروفیسر ہری رام گپتا لکھتے ہیں کہ ''دراصل سکھوں نے نادر شاہ کے حملے ہی سے فائدہ اٹھایا اور پنجاب میں دہشت گردی اور لوٹ مار شروع کر دی''۔

1757ء میں جنگ پلاسی ہوئی۔ نواب سراج الدولہ کو اپنوں ہی کی غداری سے شکست ہوئی اور بنگال پر انگریزوں کا قبضہ ہو گیا۔ دو سال بعد 1759ء میں احمد شاہ ابدالی نے پنجاب پر حملہ کیا اور وہاں اقتدار قائم کرنے کے بعد تھانیسر کے مقام پر راناجی سندھیا نے شکست کھائی اور میدانِ جنگ میں مارا گیا۔ پیشوا نے سداشیوا راؤ بھاؤ کو جس نے نظام دکن کو حال ہی میں شکست دی تھی' ابدالی کے مقابلے کے لئے روانہ کیا۔ بھاؤ نے 3 اگست 1760ء کو صبح کے وقت دہلی پر قبضہ کر لیا اور 29 اکتوبر کو ایک بڑا لشکر لے کر پانی پت کے میدان میں پہنچ گیا۔

یکم نومبر 1760ء کو احمد شاہ ابدالی پانی پت پہنچا۔ یہاں ڈھائی مہینے تک افغانوں اور مرہٹوں کی جنگ جاری رہی۔ مرہٹوں نے اپنی تمام فوجی طاقت اس محاذ پر لگا دی۔ آخر 14 جنوری 1761ء کو مرہٹوں کو شکست فاش ہوئی۔ مرہٹوں کی طاقت چشم زدن میں ہمیشہ کے لئے ختم ہو گئی۔ لیکن سلطنتِ مغلیہ تو خود بے جان تھی۔ پانی پت کے نتائج سے فائدہ اٹھانے کی اس میں سکت نہیں تھی۔ وہ ایک بے روح جسم کی مانند تھی۔ جنگ پانی پت کا اصلی فائدہ جنگ پلاسی کے فاتحین (انگریزوں) نے اٹھایا۔

نجیب الدولہ اور احمد شاہ ابدالی کی قابلیت اور عظمت سے انکار ممکن نہیں' لیکن مسلمانانِ ہند کو مغربی استعمار کی غلامی سے بچانا ان دونوں کی قسمت میں نہیں تھا۔ شاہ ولی اللہ کا عقیدہ بھی دوسرے مسلم مفکروں اور مصلحین کی طرح اسلام کی ہمہ گیر نوعیت پر تھا۔ وہ ایک طرف عمرانیات' سیاسیات اور معاشیات کے اصولوں' اور دوسری طرف اسلام کی اخلاقی تعلیمات کے درمیان حد فاصل نہیں کھینچتے تھے۔ وہ یہ خیال نہیں کرتے تھے کہ اسلام کے اخلاقی پس منظر کے بغیر عمرانیات' معاشیات اور سیاسیات کے ذریعے انسانی زندگی کا بلند ترین نصب العین حاصل کرنا ممکن ہے۔ ان کی نظر میں ایک اچھے اور مفید معاشرے کا حصول اسلام کی اخلاقی اور روحانی قدروں پر زور دیئے بغیر ممکن نہیں تھا۔

ڈاکٹر اشتیاق حسین قریشی شاہ ولی اللہ کی تحریک اور ان کے افکار کے بارے میں یہ نتیجہ نکالتے ہیں ''وہ اس کی امید ہی نہیں کر سکتے تھے کہ ان کی زندگی میں مسلم قوم کی صحت بحال ہو جائے گی۔ وہ جانتے تھے کہ اس کا بندوبست کرنا ضروری ہے کہ ان کی وفات کے بعد برعظیم کے مسلمانوں کی نشاۃ ثانیہ کا لائحہ عمل جاری رہ سکے۔ یہ کام اتنا وسیع تھا کہ وہ تنہا اس کو سرانجام نہیں دے سکتے تھے' اس لئے انہوں نے ایسے علماء کی ایک جماعت کو تربیت دی جو ان کے نظریات سے بخوبی واقف تھے اور اُن ہی کے بلند اصولوں سے متاثر و فیض یاب تھے۔ پانی پت میں مسلمانوں کو جو شاندار فتح حاصل ہوئی' وہ بھی مغلوں کے ڈگمگاتے ہوئے تخت کو سہارا دے کر قائم نہ رہ سکی۔ ایسی کمزور بنیادوں پر اُمیدوں کی عمارت تعمیر کرنا سراسر حماقت ہوئی۔ اس کے علاوہ برعظیم میں سب سے بڑی طاقت کی حیثیت سے برطانیہ کے ظہور نے سیاست کا نقشہ بدل دیا تھا۔ پانی پت کی لڑائی کے چار سال بعد برطانیہ نے مغل سلطنت سے بنگال' بہار اور اڑیسہ کی دیوانی کو زبردستی چھین لیا۔ اس ''عطیۂ شاہی'' کے 38 سال بعد 1803ء میں مغل بادشاہ خوشی خوشی برطانیہ کا وظیفہ خوار ہو گیا۔ کوئی قانونی حیلہ طرازی اس حقیقت کی پردہ پوشی نہیں کر سکتی تھی کہ برعظیم میں برطانیہ ایک بالادست قوت بن چکا ہے اور کوئی ایسی ریاست یا فرماں روا باقی نہیں رہا تھا جو اس کی بالادستی کو دعوت مقابلہ دے سکے۔ مسلم سلطنت و طاقت اس طرح ساقط و جامد ہوئی تھی کہ اس کے احیاء و تجدید کی کوئی امید نہیں تھی۔ اس نئی مغربی استعماری طاقت نے سلطنت مغلیہ کی جگہ لے لی تھی اور کوئی مسلم ریاست دنیا میں ایک باج گزار سے زیادہ کی حیثیت نہیں رکھتی تھی۔ اب بھی کچھ لوگ ایسے تھے جو افغان بادشاہت کی حقیقی حالت کو پوری طرح سمجھے بغیر' یہ اُمید لگائے بیٹھے تھے کہ ہندوستانی مسلمانوں کو اس کی حمایت حاصل ہو جائے گی۔ شاہ ولی اللہ کے تربیت یافتہ فرزند' علماء اور کارکن اس قسم کی امیدوں سے دھوکا نہیں کھا سکتے تھے۔ انہیں یقینِ کامل تھا کہ صرف مسلم قوم ہی اپنی کھوئی ہوئی حیثیت کو بحال کر سکتی ہے۔ مگر مسلم قوم انحطاط پذیر' پست ہمت' حیران و پریشان اور غیر منظم تھی۔ سوال یہ تھا کہ اس کے مذہب (اسلام) کے ذریعے جسے وہ پوری طرح سمجھتی تھی' اور معاشرتی سالمیت و وحدت کے فلسفے کی مدد سے' جو مذہب اسلام پر مبنی تھا' اُس میں ایک نئی روح نشاۃ ثانیہ کا ایک نیا جذبہ پیدا کیا جاسکتا تھا؟''

(آئندہ قسط میں ملاحظہ فرمایئے)

امت مسلمہ کا متحد ہونا وقت کی اہم ضرورت ہے!

اس مرتبہ "مکتوب بنگلہ دیش" لکھنے میں دیر ہوگئی۔ اس اثناء میں عالمی سیاست کی طغیانی کی زد بنگلہ دیش پر بھی پڑتی رہی۔ بنگلہ دیش کی سیاسی پارٹیاں شروع میں زیادہ کچھ بولنے سے پرہیز کرتی ہیں' اس لئے کہ یہ امریکا کی مرہونِ منت بلکہ غلام ہیں۔ برسر اقتدار بیگم صاحبہ بتوسط سعودی عرب اور حزب مخالف کی بیگم صاحبہ بتوسط بھارت امریکا کی حاشیہ بردار ہیں۔ مگر امریکا اور برطانیہ کے عراق پر ٹوٹ پڑنے کے معاملہ میں دوسرے اسلامی ممالک کی طرح یہاں کے عوام بھی علی الاعلان برہم ہوگئے اور احتجاجی جلوس لے کر سڑکوں پر نکل آئے۔ امریکا نواز دونوں بیگمات چند دنوں تک کشمکش وپیچ میں گرفتار رہیں۔ عوامی مقبولیت میں کمی کا خطرہ محسوس کرتے ہوئے دونوں بیگم صاحبان نے بھی امریکا سے غالبًا یہ کہہ کر کہ "دوست کچھ فکر نہ کرو' ہم تمہارے ساتھ ہیں مگر سیاسی حالات سے مجبور ہیں۔ عوام کی خاطر داری کا پاس کرتے ہوئے کچھ بہکی بہکی باتیں کرتے چلیں گے' برا نہ ماننا"۔ بے ضرر قسم کے الفاظ میں ملفوف بیان داغ دیئے جس سے یہاں کا باشعور طبقہ مطمئن نہ تھا۔ جنرل لوگ طبعًا امریکا کے غلام ہی ہوتے ہیں۔ ایوب خان سے لے کر جنرل "بشرف" تک پاکستان کا بھی یہی حال ہے۔ پاکستان کے لوگ ایوب خان اور مشرف صاحب کو "تیس مار خان" سمجھتے رہے مگر ہم مرحوم مشرقی پاکستان کے لوگ ان لوگوں کو اسلام اور مسلمانوں کے نادان دوست ہی شمار کرتے ہیں۔ یہ لوگ بزور بازو اپنی ہی قوم کو فتح کرنے والے تھے۔ اللہ نہ کرے' مشرف غالبًا پاکستان کے آخری جنرل ہوں گے جو پاکستان کو امریکا کی جھولی میں ڈال چکے ہیں۔ انجام کار ملک ٹکڑے ٹکڑے ہوکر رہے گا جبکہ بلوچ لوگوں کو اور پختونستان کے دعوے داروں کو امریکہ سبز باغ دکھا کر گمراہ کرے گا اور آزاد کشمیر کو مع وہ حصہ جو پاکستان میں شامل ہے' آزاد کرادینے کا لالچ دے کر ہم نوا بنالے گا۔ تب تک "بشرف" صاحب کو امریکا دوستی کا ثمرہ مل جائے گا۔ ہم پاکستان کی تباہی نہیں چاہتے مگر معلوم ہوتا ہے کہ پاکستان اپنے وجود کا جواز کھو بیٹھا ہے۔ جو پاکستان اسلام کا گھر نہ بن سکا' امریکا نواز فوجی جنرلوں کی حماقت سے آخر اس کا جواز کہاں رہے گا؟ دیکھنے والے صاف دیکھ رہے ہیں کہ امریکا عراق' ایران اور ترکی میں بسنے والے کردوں کو آزادی کا سبز باغ دکھارہا ہے۔ اگر عرب ملکوں پر امریکا کا دباؤ برقرار رہا تو ایران' ترکی اور عراق سے کردوں کو اور کشمیر کو آزادی کا مژدہ سنا کر بڑا شیطان امریکا اپنا الو سیدھا کرلے گا۔ اس طرح امریکا چین کے گرد حصار تنگ کرنے میں بھی کامیاب ہوجائے گا۔ تب بنگلہ دیش کا حال کیا ہوگا؟ اس کا جواب مستقبل خود ہی دے گا۔

بنگلہ دیش کی جماعت اسلامی اور جنرل ارشاد کی "جاتیو پارٹی" جو بنگلہ دیش کی اسمبلی میں بالترتیب تیسری اور چوتھی بڑی سیاسی پارٹیاں ہیں' بھی امریکا نواز ہیں۔ اسی لئے انہوں نے عراق کے مسئلہ پر پھونک پھونک کے قدم رکھا ہے۔ یہ نمائشی طور پر احتجاج کررہی ہیں۔ یہ دونوں بھی بتوسط سعودی عرب امریکا سے رابطہ قائم رکھتی ہیں۔ اپنے محسن ملک سعودی عرب' قتاز (قطر) امارات' کویت' اُردن وغیرہ کے خلاف زبان ہلانے سے پرہیز کررہی ہیں۔ حالانکہ عراق پر حملہ کرکے ایک ابھرتی ہوئی مسلم طاقت کو بیخ و بن سے اکھاڑ پھینکنے کے لئے امریکا ادھار کھائے بیٹھا ہے اور اس بداندیش ملک کو خود سعودی عرب' عمان' زرڈان'

مولانا محمد ثمیر الدین

کویت وغیرہ اڈوں اور فضائی حدود کے استعمال کی صورت میں مواقع فراہم کررہے ہیں۔ یہ حقیقت ہے کہ طالبان نے سعودی عرب اور دیگر امریکا نواز مسلم حکمرانوں کے خلاف کوئی آواز نہ اٹھائی تھی' حالانکہ ان سب ملکوں کے حکمران بھی خلافت اسلامی کے برخلاف طاغوتی طرز پر حکومت چلاتے ہیں۔ جب تک جزیرۃ العرب میں خلافت اسلامی قائم نہ ہوگی دیگر مسلم ممالک میں خلافت اسلامی کا قیام دشوار ہی رہے گا' لہٰذا علماء کرام کو سعودی عرب اور دوسرے امریکا نواز حکمرانوں کے خلاف زوردار آواز بلند کرنا ضروری ہے کیونکہ یہ حکمران اسلام کے مفادِ عامہ اور اللہ اور رسولؐ کے فرمان کے برخلاف کفار ومشرکین کے ہم نوا بلکہ ہم نوالہ ہیں۔ لہٰذا ان کے خلاف جہاد کرنا بھی فرض ہے۔ قرآن مجید میں حکم ہے:

﴿یا ایھا النبی جاھد الکفار والمنفقین واغلظ علیھم ......﴾

(التوبہ: 73' التحریم: 9)

"اے نبیؐ! کفار اور منافقین کے خلاف جہاد کرو اور ان پر سختی کرو۔"

مزید فرمایا گیا:

﴿یا ایھا الذین امنوا لا تتخذوا الیھود والنصاری اولیاء بعضھم اولیاء بعض ط ومن یتولھم منکم فانہ منھم ط ان اللہ لا یھدی القوم الظالمین﴾ (المائدہ: 51)

"اے ایمان والو! یہود ونصاریٰ کو "متر" نہ بناؤ۔ وہ ایک دوسرے کے جگری دوست ہوتے ہیں۔ اور جو بھی ان کو تم میں سے دوست متر بنائے گا' بے شک وہ ان لوگوں میں شمار ہوگا۔ بے شک اللہ ظالم قوم کو راہ نہیں دکھاتا ہے۔"

واضح رہے کہ یہ کوئی مفتی کا فتویٰ نہیں ہے' بلکہ خود باری تعالیٰ نے یہودی ونصاریٰ سے سیاسی دوستی وآشتی قائم کرنے والے کو یہود اور نصاریٰ کے اندر شامل کردیا ہے جبکہ اس زمانے میں اس کے برعکس نصاریٰ سے سیاسی دوستی اور آشنائی قائم کرنے کے بعد بھی "خادم الحرمین" کے خطاب کا بےجا اور شرمناک استعمال ہورہا ہے۔ یہی لوگ امت مسلمہ کے دوست نما دشمن ہیں۔ اب بھی اگر امریکا نواز حکمرانوں کے خلاف مؤثر آواز اٹھائی جائے تو امت کو بڑی مصیبت سے بچایا جاسکتا ہے۔

پچھلے دنوں بنگلہ دیش میں مزے کی بات ہوگئی۔ زبان کی لغزش کہئے یا بے احتیاطی' ایک احتجاجی جلسہ میں بیت المکرم کے خطیب مولانا عبیدالحق کی زبان سے سعودی عرب اور مشائخ عرب کے خلاف تنقیدی لفظ نکل گیا' جسے یہاں کے بائیں بازو کے اخبارات نے خوب اچھالا۔ اب خطرہ پیدا ہوا کہ عرب ممالک کے امریکا نواز حکمرانوں تک ان کی تنقیدی تقریر کے الفاظ پہنچ نہ جائیں اور حالات خراب نہ ہوجائیں۔ فوراً خطیب صاحب نے ایک تردیدی بیان اخبارات کو بھیج دیا اور اپنے الفاظ سے مکر گئے۔ یہ ہے ہمارے بعض علماء کرام کا اخلاقی نمونہ! کیا خوب کہا ہے بادہ خوار شاعر اسداللہ غالب نے ۔

غالب! وظیفہ خوار ہو' دو سلام شاہ کو
وہ زمانہ گیا' کہتے تھے نوکر نہیں ہوں میں

درحقیقت یہی حال سرکاری مولویوں کا ہے۔ اس زمانہ میں اہل حق علماء کی کمی ہے جس کی وجہ سے کفار کے ہمنوا مسلمان حکمران مسلم مفاد عامہ کے خلاف من مانی کارروائی کررہے ہیں۔ علماء دوٹوک حق بات کہنے سے گریزاں ہیں اور اس حدیث مبارکہ کو فراموش کربیٹھے ہیں جس کے مطابق آنحضورﷺ نے فرمایا:

"بعد والے زمانے میں امراء ہوں گے جو ایسی بات کہیں گے جسے عمل میں نہیں لائیں گے جبکہ جس بات کا شریعت میں حکم نہیں اسے بروئے عمل لائیں گے۔ جو لوگ ان کے پاس آتے جاتے رہیں گے اور جھوٹ پر ان سے اتفاق کریں گے' وہ قیامت کے دن حوض کوثر کے پاس بھی نہیں اترسکیں گے"۔

(باقی صفحہ 13 پر)

اقامت دین کی جدوجہد — کیوں اور کیسے؟

اس مضمون کی تیاری میں محترم ڈاکٹر اسرار احمد کے امریکہ میں ایک بصیرت افروز خطاب ''نجات کی راہ'' سے مدد لی گئی ہے۔ اس سے جہاں ندائے خلافت کے نئے قارئین کو تنظیم اسلامی کی دعوت اور قیام کے مقاصد کو سمجھنے میں مدد ملے گی' وہاں رفقاء کو بھی دعوتِ تنظیم کے لئے مواد فراہم ہوگا۔

عقل وشعور اللہ تعالیٰ کی طرف سے انسان کو دی گئی وہ نعمت ہے جو اسے اشرف المخلوقات کے مقام پر فائز کرتی ہے۔ جو شخص عقل وشعور کی اس نعمت کو بروئے کار نہیں لاتا' وہ حیوانوں سے بھی بدتر ہے۔ انسانیت کا تقاضا ہے کہ آدمی سوچ سمجھ سے کام لے۔ ذرا بھی فکر و تدبر سے کام لیا جائے تو انسان اس نتیجے پر پہنچ جاتا ہے کہ اس زندگی کے بعد ایک دوسری زندگی بھی ہے۔ اس زندگی میں حق و انصاف کا ساتھ دینے والوں کو عموماً رنج و تکلیف کا سامنا کرنا پڑتا ہے اور باطل پرست اور جرائم پیشہ افراد سزا سے بچ نکلتے ہیں۔ یعنی اس دنیا کی زندگی میں اعمال کے نتائج صحیح طور پر سامنے نہیں آتے۔ اس سے لازماً یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ ایک ایسی دنیا بھی ہو جہاں حق پرستوں کو ان کے صحیح اور صواب کاموں پر اچھا بدلہ ملے اور بروں کو ان کی برائی کی سزا ملے اور یہی اسلامی تعلیم ہے۔

اس زندگی میں ہر شخص اپنے انداز میں زندگی بسر کر رہا ہے۔ سیدھی سی بات ہے اگر اس کی زندگی راست روی پر مبنی ہے تو جزا و سزا کے دن وہ کامیاب قرار دیا جائے گا اور جس کی زندگی بدکرداری اور جرائم میں گزری وہ ناکام ٹھہرے گا۔ کامیاب ہونے والوں کو سدا بہار باغات میں ہر طرح کی سہولتوں کے ساتھ نئی دائمی زندگی ملے گی اور ناکام ہونے والے اللہ تعالیٰ کی بھڑکائی ہوئی آگ میں ڈالے جائیں گے تاکہ وہ اپنے سیاہ کارناموں کی سزا بھگت سکیں۔

جس طرح ناکام لوگ اپنے اپنے برے کردار میں ایک ہی درجہ کے نہیں ہوں گے اور ان کی سزا بھی ایک جیسی نہیں ہوگی۔ اسی طرح کامیاب ہونے والوں کی بھی درجہ بندی ہوگی اور جنت میں ان کے مراتب متفاوت ہوں گے۔ جو بھی شخص عذاب الٰہی سے بچ گیا وہ نجات پا گیا۔

نجات آخروی کے لئے خالق کائنات کا ایک ہی تقاضا ہے اور وہ ہے عبادت رب۔ یعنی زندگی خالق کی بندگی میں گزارنا۔ بندگی اور عبادت کے دو اجزاء ہیں ایک محبت اور دوسری اطاعت۔ دوسرے الفاظ میں اگر اللہ تعالیٰ کی اطاعت محبت کے جذبے کے ساتھ ہو تو یہی عبادت ہے تو نجات آخروی کی تمنا کرنے والوں کو اپنی زندگی عبادت سے تعبیر کرنی چاہئے۔ اللہ کے ہر حکم کو خوش دلی کے ساتھ قبول کر کے اس پر عمل کرنا چاہئے۔ یہ عمل اللہ کی محبت میں سرشار ہو کر انجام دیا جائے۔ جیسا کہ قرآن شریف میں ہے کہ حق پرست لوگوں کو اللہ کے ساتھ سب سے زیادہ محبت ہوتی ہے۔ فرمان رسولؐ ہے کہ تم میں سے کوئی اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتا جب تک میں اسے اس کے ماں باپ اور تمام لوگوں سے زیادہ محبوب نہ ہو جاؤں۔

محبت بھری اطاعت یعنی عبادت کے ضمن میں تین باتیں یاد رکھنے کے قابل ہیں۔ اوّل یہ کہ تعظیم کے مظاہر جو اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں وہ کسی اور کے لئے نہ ہوں۔ یعنی سجدہ' رکوع' قنوت صرف اللہ تعالیٰ کے لئے ہوں کسی دوسرے کے لئے نہیں۔ کیونکہ یہ انداز بندگی کے لئے مخصوص ہیں اور اللہ تعالیٰ کی واحد ہستی ہی عبادت کے لائق ہے۔ **لا اله الا الله** کا یہی مطلب ہے۔

اسی طرح دعا اور پکار بھی صرف اللہ تعالیٰ سے ہو۔ کیونکہ نفع و نقصان کا مالک وہی ہے' لہٰذا ہر قسم کی استعانت اس سے کی جا سکتی ہے جب کسی او سے استغاثہ کیا یا استعانت چاہی تو آدمی رب کی بندگی سے نکل گیا۔ قرآن شریف میں ہے **لا تدعوا مع الله احدا** اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی اور کو مت پکارو۔ یقین رکھو کہ اللہ ہی ہر کسی کے نفع اور نقصان کا مالک ہے۔ اگر وہ کسی کو فائدہ پہنچانا چاہے تو کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتا۔ اور اگر اس کو کسی شخص کا نقصان منظور ہو تو کوئی نفع نہیں دے سکتا۔

اسی طرح عمل میں اللہ کی رضا مقصود ہو۔ اسے اخلاص کہتے ہیں۔ نیکی کو اختیار کیا جائے تو محض اللہ کی رضا کی خاطر اور اگر برائی کو چھوڑا جائے تو صرف اللہ کے خوف سے **لاحول ولا قوة الا بالله** کا یہی مطلب ہے۔

دنیا میں انسان کو مختلف ماحول میسر ہیں۔ ہر ماحول آدمی کے کردار کو متاثر کرتا ہے۔ سازگار ماحول میں عبادت رب کے تقاضے پورے کرنا نسبتاً آسان ہوگا جبکہ ناسازگار ماحول میں عبادت رب میں قدم قدم پر رکاوٹیں آئیں گی جنہیں دور کرنا آسان نہ ہوگا۔ سازگار ماحول وہ ہے جہاں نظام زندگی اسلامی تعلیمات کے مطابق قائم ہو اور مجموعی طور پر سبھی لوگ اللہ کی بندگی (تسلیم و رضا) اختیار کئے ہوئے ہوں۔ ایسا ماحول یقیناً خوش بختی کی علامت ہے۔ جبکہ ناسازگار ماحول وہ ہے جس میں اللہ کے دین کا غلبہ نہ ہو۔ نہ نظام خلافت ہو اور نہ اسلامی قانون کا نفاذ۔ فیصلے انسانوں کے اپنے بنائے ہوئے طریقوں کے مطابق ہوتے ہیں۔ ایسے ماحول میں سچے مسلمان کا دم گھٹے گا اور وہ ہر وقت کرب و اضطراب' بے چینی اور فکرمندی میں رہے گا۔ نماز روزہ تو وہ ادا کرتا رہے گا لیکن ماحول کے اندر غیر اسلامی رسم و رواج اور قوانین اس کو بے چین رکھیں گے۔ اگر کسی جگہ مسلمان ہی بستے ہوں اور مسلمان ہی حکمران ہوں مگر قوانین شریعت محمدیؐ کے مطابق نہ بنیں۔ عدالتوں کے فیصلے قرآن وسنت کے مطابق نہ ہوں تو ایسی جگہ ایک حق پرست انسان تو مطمئن نہیں رہے گا اور اگر ایسے ماحول میں کوئی شخص مطمئن ہے تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ اس کے اندر غیرت اسلامی نہیں ہے۔ فرض کیجئے کسی جگہ 50 % نظام باطل پر قائم ہے تو ایسے ماحول میں اگر کوئی مسلمان اطمینان کے ساتھ رہ رہا ہے نماز' روزہ بھی ادا کر رہا ہے اور ماحول کے ساتھ مفاہمت بھی کئے ہوئے ہے تو یوں سمجھئے کہ وہ 50% کفر کو قبول کئے ہوئے ہے۔ ایسے شخص کی نمازیں اور روزے اس کے منہ پر مارے جائیں گے۔ ایسے ماحول میں رہنے والے مسلمان کے لئے لازم ہے کہ وہ نظام کو تبدیل کرنے کے لئے تن' من' دھن کے ساتھ جدوجہد کرے۔ اسی کا نام جہاد ہے۔

وہ کیسا مسلمان ہوگا کہ جس کے سامنے دین اسلام کے احکام کی خلاف ورزی ہو رہی ہو۔ نظام مصطفیٰؐ کا منہ چڑایا جا رہا ہو اور وہ وہاں سکون اور چین کے ساتھ اچھا کھا پی رہا ہو۔ اچھا پہن رہا ہو اور زیادہ سے زیادہ میسر سہولتوں کے حصول میں مصروف ہو۔ باطل نظام کا حصہ بن کر رہنا ایک حق پرست اور غیور مسلمان کے لئے محال ہے اور یہی سنتِ رسولؐ ہے مکے کے اندر آپؐ کو ہر قسم کی سہولت دینے کی پیشکش ہوئی مگر آپؐ نے ہر ایسی پیشکش کو ٹھکرا دیا اور نفاذ اسلام سے کمتر کسی بات پر آمادہ نہ ہوئے اور نتیجتاً مدینے میں اسلامی ریاست قائم کر کے اسلام کو غالب کر دیا اور یہی آپ کا مقصد بعثت تھا۔ آپ کی رحلت کے بعد امت مسلمہ کا بھی یہی فرض ہے کہ وہ غلبہ اسلام کے لئے جدوجہد کریں تا آنکہ پوری دنیا میں اسلام غالب آ جائے۔ اسی کا نام جہاد ہے۔ ایسا ماحول جس میں اسلام غالب نہ ہو کوئی مسلمان نماز روزے' ورد و وظائف اور ذکر و اذکار میں مصروف رہ کر مطمئن نہیں ہو سکتا کیونکہ اس کا اولین فریضہ

باطل کو مٹا کر حق کو نافذ کرنا ہے۔ ایسے میں وہ اپنی نمازوں، روزوں اور انفاق کے ذریعے نفاذ اسلام کی جدوجہد کے لئے قوت حاصل کرے گا۔ ہاں! اگر نظام تبدیل ہو گیا۔ دین حق کی بالادستی قائم ہو گئی۔ عدالتوں میں فیصلے اسلامی قانون کے مطابق ہونے لگیں تو اس ماحول میں نفلی عبادات اور فضائل کے کام کے لئے ماحول سازگار اور موزوں ہو گا۔

اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ نظام باطل کی گرفت سے نکلنے کا کیا طریقہ ہے۔ پہلی بات وہی کہ ارکان اسلام پر عمل پیرا ہو کر نفاذ اسلام کے لئے قوت و صلاحیت حاصل کی جائے جیسا کہ قرآن مجید میں **واستعینوا بالصبر والصلوٰۃ** پھر اسلام کے ساتھ گہری وابستگی پیدا کی جائے اور مقصد حیات دین کی سربلندی بنا لیا جائے۔

میری زندگی کا مقصد ترے دیں کی سرفرازی
میں اسی لئے مسلماں میں اسی لئے نمازی

ان صلوتی ونسکی ومحیای و مماتی
للہ رب العالمین

یوں ناسازگار ماحول میں مسلمان ماہی بے آب کی طرح رہے اور اس ماحول کے اندر رہنے کو بھی اپنی کمزوری سمجھے اور اس کا کفارہ ادا کرنے کی فکر کرے جیسا کہ روزہ چھوڑنے یا قسم توڑنے کے لئے کفارہ دیا جاتا ہے۔ ایسا ہی مسلمان اللہ کے حضور معذرت پیش کر سکے گا کہ اے پروردگار! میں نے نظام باطل کے ساتھ مفاہمت نہیں کی۔ میں نے یہ ماحول خود اپنے اوپر طاری نہیں کیا بلکہ میں اس ماحول میں ہی پیدا ہوا ہوں اور یہ معذرت اللہ کے ہاں قابل قبول ہو گی بشرطیکہ اس نے حق کو غالب کرنے کی جدوجہد میں بھرپور حصہ لیا ہو۔

نفاذ اسلام کی اس جدوجہد کے لئے وہی انداز اختیار کرنا ہو گا جو مسنون ہے۔ پہلے اپنی ذات کی اصلاح یعنی خود اسلامی حدود و قیود کی پابندی اور بعد ازاں کسی ایسی جماعت کے ساتھ وابستگی جو باطل کو گرانے اور حق کو نافذ کرنے کا عزم کئے ہوئے ہو۔ یہ اس لئے کہ یہ کام جماعت کے بغیر ممکن نہیں۔ حضرت عمر فاروقؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہؐ نے فرمایا ((**علیکم بالجماعۃ وایاکم والفرقہ فان الشیطن مع الواحد وھو من الاثنین ابعد**)) (رواۃ ترمذی) تم پر جماعت کی شکل میں رہنا فرض ہے اور تم تنہا مت رہو۔ اس لئے کہ اکیلے شخص کا ساتھی شیطان بن جاتا ہے لیکن اگر دو ساتھ رہیں تو وہ دور ہو جاتا ہے۔ اسی طرح ایک موقعہ پر آپؐ نے فرمایا **ید اللہ علی الجماعۃ ومن شذ شذ الی النار** (ترمذی) اللہ کا ہاتھ جماعت پر ہے جو شخص خود کو جماعت سے کاٹ لیتا ہے وہ آگ میں ڈالا جائے گا۔

یہ جماعت حزب اللہ کا کردار ادا کرے گی اور امارت اور بیعت کی مسنون بنیاد پر قائم ہو گی۔ حضرت عمر فاروقؓ کا قول ہے: **انہ لا اسلام الا بالجماعۃ ولا جماعۃ الا بالا مارۃ ولا امارۃ الا بالطاعۃ** (رواہ دارمی) یہ ایک حقیقت ہے کہ اسلام جماعت کے بغیر اسلام نہیں اور امارت کے بغیر جماعت نہیں ہے اور امارت کا کوئی فائدہ نہیں اگر اس کے ساتھ اطاعت نہ ہو۔ یہ جماعت، انجمن، ایسوی ایشن یا ادارہ نہ ہو گی بلکہ افراد کو ایک امیر کے ہاتھ پر پختہ ایمان و یقین کے ساتھ بیعت کرنا ہو گا۔ پھر ایک مضبوط ڈسپلن کے ساتھ پیش قدمی کرنا ہو گی جس میں امیر کا حکم ہر حال میں ماننا ہو گا۔ حضرت عبادہ بن صامت سے روایت کی گئی جس حدیث کو امام بخاری اور امام مسلم دونوں نے اپنی کتابوں میں نقل کیا ہے اس میں بیعت کے الفاظ ایسے ہیں کہ حضور ﷺ نے ان کے ذریعے تمام ممکن تنازعات کے تمام دروازے بند فرما دیئے ہیں۔ عبادہ بن صامت فرماتے ہیں۔

((بایعنا رسول اللہ ﷺ علی السمع والطاعۃ فی العسر والیسر والمنشط والمکرہ وعلی اثرۃ علینا وعلی ان لا ننازع الامر اھلہ وعلی ان نقول بالحق اینما کنا لا نخاف فی اللہ لومۃ لائم))

(متفق علیہ)

''ہم نے اللہ کے رسول ﷺ سے بیعت کی کہ ہم سنیں گے اور اطاعت کریں گے، خواہ آسانی ہو یا مشکل، خواہ ہماری طبیعت آمادہ ہو یا ہمیں اس پر جبر کرنا پڑے اور خواہ دوسروں کو ہمارے اوپر ترجیح دے دی جائے۔ ہم اصحاب اختیار سے جھگڑیں گے نہیں، لیکن سچ بولیں گے جہاں کہیں بھی ہم ہوں گے اور اللہ کے معاملے میں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت سے بے پرواہ رہیں گے''۔

پس اس انداز سے جماعت بنا کر غلبہ اسلام کی جدوجہد کفارہ بن جائے گی اس بات کی کہ ہم ایسے معاشرے میں رہنے پر مجبور ہیں جہاں شریعت اسلامیہ نافذ نہیں ہے اور یہ کفارہ اللہ تعالیٰ کے ہاں شرف قبولیت پائے گا جیسا کہ قرآن مجید میں ان لوگوں کی معذرت کا ذکر ہے جو غلط کاروں کو راہ راست کی تلقین کرتے تھے اور خود اس گناہ سے الگ رہتے تھے۔

﴿فلما نسوا ما ذکروا بہ انجینا الذین ینھون عن السوء واخذنا الذین ظلموا بعذاب بئیس بما کانوا یفسقون﴾

(الاعراف: 165)

''پھر جب انہوں نے فراموش کر دی جو انہیں نصیحت کی گئی تھی (تو) ہم نے نجات دے دی انہیں جو روکتے تھے برائی سے اور پکڑ لیا ہم نے ان کو جنہوں نے ظلم کیا بڑے عذاب سے بوجہ اس کے کہ وہ نافرمانی کیا کرتے تھے''۔

خلاصہ کا مطلب یہ ہے کہ تمام اعمال کی بنیاد دین اللہ کی محبت اور اس کے رسولؐ کی محبت کارفرما ہو گی تو عمل خود بخود صحیح سمت اختیار کر لے گا اس کے برعکس اگر حقیقی اور شدید محبت مال و اولاد ہو گی تو ساری جدوجہد غلبہ دین کی بجائے حصول زر کے لئے ہو گی۔ مشکلیں، مشقتیں اور دور دراز کے سفر سب اسی کے لئے ہوں گے تو اگر ساتھ ساتھ نماز روزہ بھی چل رہا ہے تو بقول شاعر۔

جو میں سربسجدہ ہوا کبھی، تو زمیں سے آنے لگی صدا
تیرا دل تو ہے صنم آشنا تجھے کیا ملے گا نماز میں

جو شخص مال و دولت کی تلاش میں مارا مارا پھر رہا ہے تو اس کی ساری جدوجہد تو مال و زر کے لئے ہوئی اور یہ جدوجہد تو جہاد نہیں۔ جہاد تو وہ جدوجہد ہے جو اقامت دین اور غلبہ حق کے لئے کی جائے۔

جو شخص اپنی استطاعت کے مطابق اقامت دین کے کام میں لگا ہوا ہے تو اگر وہ کامیاب ہو گیا تو **فھو المطلوب** اور اگر ناکام رہا تو بھی شہادت کے مقام پر فائز ہوا!

گر جیت گئے تو کیا کہنا
ہارے بھی تو بازی مات نہیں

یعنی دونوں صورتوں میں کامیابی ہی ہے۔ جیسا کہ ایک صحابی نے وقت شہادت آواز لگائی کہ **فزت برب الکعبہ** رب کعبہ کی قسم میں کامیاب ہو گیا۔

اقامت دین کا کام اسی نہج پر ہو گا جس نہج پر رسول اللہ ﷺ نے کیا۔ یہ کام انفرادی طور پر ہرگز نہیں ہو سکتا ہے۔ اس لئے کہ جماعت ضروری ہے اور جماعت بھی وہ جو بیعت سمع وطاعت کی بنیاد پر قائم ہو گی۔

(مرتب: پروفیسر محمد یونس جنجوعہ)

ہفت روزہ ''**ندائے خلافت**'' لاہور کا

عراق نمبر

شائع ہو گیا ہے، جس میں

اسلام سے قبل عراق کی پانچ ہزار سالہ تاریخ، خلافت عباسیہ، خلافت عثمانیہ میں عراق کا عروج، مغربی استعمار اور امریکہ کی ریشہ دوانیوں پر تفصیل سے روشنی ڈالی گئی ہے۔ خوبصورت سرورق اور مستند ومعتبر اعداد و شمار ''**عراق نمبر**'' کو ایک مستقل حوالہ جاتی کتاب بناتے ہیں۔ قیمت: 20 روپے

اپنی کاپی آج ہی بک کروائیں

''ہمدرد سائنس انسائیکلوپیڈیا''

نئی کتاب کا تعارف

حکیم محمد سعید شہید اسم بامسمیٰ تھے۔ وہ صرف طبیب ہی نہ تھے' بلکہ حکیم بھی تھے۔ حکمت و دانش کے فروغ کے لئے جتنا کام انہوں نے کیا تھا' کسی اور پاکستانی حکیم و دانشور کو نصیب نہ ہو سکا۔ علم الطب کی خدمت کے لئے ''ہمدرد صحت'' طبیہ کالج اور ہمدرد مطب تو تھے ہی' انگریزی زبان میں ''ہمدرد میڈیکس'' اور ''ہمدرد اسلامیکس'' بھی جاری کئے۔ یونیسکو کے ماہوار جریدے ''کوریئر'' کا اردو ایڈیشن ''ہمدرد پیامی'' کے نام سے انہی کی کاوش سے شائع ہوتا رہا۔ عظیم مسلمان سائنس دانوں کی برسی کے موقع پر حکیم صاحب ہی اُنہیں ان کی شان کے مطابق یاد کرتے تھے۔ ابن الہیثم' البیرونی اور خوارزمی کی خدمات کو سراہتے ہوئے ایسے دھوم دھامی جلسے منعقد کئے جن کی خوشبو چہار دانگ عالم میں پھیلی۔ پاکستان کے بڑے بڑے سائنس دانوں کی خدمات کے اعتراف میں ''یادگاری کتب'' شائع کی گئیں' چنانچہ ڈاکٹر رضی الدین صدیقی' پروفیسر عطاالرحمٰن' ڈاکٹر ایم ڈی شامی' ڈاکٹر جوزف نیڈاھم اور ڈاکٹر سید مہدی حسن کی سپاسی کتب شائع ہوئیں۔

حکیم صاحب نے اپنی زندگی میں ''ہمدرد سائنس انسائیکلوپیڈیا'' کا منصوبہ بنایا تھا' جس میں ہر علم اور سائنس کی بنیادی معلومات' ردیف وار ترتیب میں جمع کی گئی ہیں۔ اندازہ ہے کہ یہ بیس جلدوں پر محیط ہوگا۔ ہمارے پیش نظر جلد ہفتم ہے جو حال ہی میں چھپ کر آئی ہے۔ ''ہمدرد انسائیکلوپیڈیا'' کی مجلس ادارت محترمہ سعدیہ راشد' علی ناصر زیدی' مسعود احمد برکاتی اور ڈاکٹر سید فرحت حسین پر مشتمل ہے۔ برکاتی صاحب نے انسائیکلوپیڈیا کے منصوبے کا تعارف کراتے ہوئے لکھا ہے: ''آج کی تیز رفتار ترقی زیادہ تر سائنس کی مرہونِ منت ہے۔ موٹر کار' ہوائی جہاز' وائرلیس' ٹیلی ویژن' اور اس قسم کی دیگر ایجادات کا استعمال اتنا عام ہو گیا ہے کہ اب یہ کوئی حیرت انگیز بلکہ قابل ذکر بات بھی نہیں رہی۔ اب تو انسانوں کے قدم بھی چاند پر پہنچے ہوئے ربع صدی سے زیادہ ہو گیا۔ آج کمپیوٹر کا دور دورہ ہے جس سے ہمارے بچے بڑے' سب ہی متاثر بلکہ مرعوب ہیں اور ہم میں خود اعتمادی اور آگے بڑھنے کا حوصلہ بھی پست ہوتا دکھائی دیتا ہے۔ اس کی ایک بڑی وجہ اپنی تاریخ سے ناواقفیت بھی ہے حالانکہ علم و سائنس کی اشاعت و ترقی کا پرچم کئی صدیوں تک مسلمانوں کے ہاتھوں میں رہا ہے۔ مسلمانوں نے ایسے جامع کمالات عظیم سائنس دان اور حکما پیدا کئے کہ جن کے کارنامے مغرب کے لئے نشانِ راہ ثابت ہوئے۔ جدید سائنس کی بنیاد انہی کے تصورات پر رکھی گئی ہے۔ مغربی اسکالر اور مورخین بھی اس حقیقت کو مان چکے ہیں۔ جابر بن حیان' اسحاق الکندی' حسنین بن اسحاق' خوارزمی' زکریا رازی' فارابی' مسعودی' ابن سینا' ابن الہیثم' البیرونی' ابن رشد' نصیر الدین طوسی' ابن خلدون اور متعدد دوسرے بڑے بڑے مسلم نام تاریخ سائنس کے صفحات پر جگمگاتے نظر آتے ہیں' لیکن اب علم کا چراغ ہمارے ہاتھ میں نہیں رہا' اور ہم علم و سائنس کے میدان میں امام کے بجائے مقلد اور مقتدی بن کر رہ گئے ہیں' لیکن اس کا علاج محض ماضی پر فخر کرنا اور اپنے ماحول سے مایوس ہونا نہیں ہے' بلکہ نئے جذبے اور حوصلے کے ساتھ علم کے اسلحے سے لیس ہو کر آگے بڑھنے کی ضرورت ہے''۔

زیر نظر جلد پنجم میں لفظ ''چکھنا'' سے ''رگڑ'' تک دو سو سے زائد عنوانات پر مختصر جامع معلومات افروز مضامین شامل ہیں' ان دو سو مضامین میں چمپانزی' چمچہ بطخ' چمگادڑ' چمن' چھپکلی' چھچھوندر' چوہا' چیتا' چیچڑی' چیخنے والا بندر' چیل' چیونٹی' خاکی ریچھ' خچر' خرگوش' دریائی گھوڑا' ڈولفن مچھلی' دندان دار بطخ' ڈیناسور' ڈولفن جیسے جانور' چیڈوک سر جیمز' چین' ارنسٹ بورس' دیمقراطیس' ڈارون' چارلس' ڈوگلس فر' ڈیکارٹ رینی' ڈیوی' ہمفری' رائٹ برادران' ردرفورڈ ارنسٹ جیسے عظیم سائنس دان' چنبلی' چوب رس' چوب ریشہ' چیری' حشرات' خربوزہ' خوبانی' درخت' دو سالہ پودا جیسے اشجار' پودے اور پھل' اور ان کے علاوہ بے شمار متفرق اصطلاحات مثلاً چینی' حرارت' حرکت' حرارہ' حس' حنا' خسرہ' خلا' خلیہ' خواب' خول' خون' دانت' دُبِ اکبر' درد' درّہ' دریا' دل' دماغ' دن' دوا' دودھ' دھات' دھند' دھوپ گھڑی' دیا سلائی' ڈائن' ڈیزل انجن' ڈیم' ذہانت' ذیابیطس' رصدگاہ' رطوبت اور دیگر فنی اصطلاحات پر معلومات مضامین سادہ زبان اور عام فہم اسلوب میں تحریر کئے گئے ہیں۔

مثلاً ''ڈیم'' کے عنوان پر جو مضمون لکھا گیا ہے وہ یوں ہے: ''ڈیم جسے اُردو میں ''بند'' کہتے ہیں پانی کے اُس ذخیرے کو کہتے ہیں جو سیلابوں کی روک تھام اور آبپاشی کے لئے پانی کا ذخیرہ کرنے کے لئے بنایا جاتا ہے۔ اس کا ڈیزائن اس کے مقصد' محل وقوع اور اس مٹی' پتھر پر منحصر ہوتا ہے جو اس کام کے لئے موقع پر موجود ہے۔ ڈیم تعمیر کرنے سے پہلے وہاں آنے والے پانی کا راستہ تبدیل کرنا ضروری ہوتا ہے تاکہ تعمیر خشکی میں کی جا سکے۔ یہ بھی ضروری ہے کہ ڈیم نہایت مضبوط بنایا جائے تاکہ وہ جمع شدہ پانی کا دباؤ برداشت کر سکے۔

ڈیم دو طرح کے ہوتے ہیں۔ کنکریٹ کا ڈیم یا مٹی کا ڈیم۔ کنکریٹ کا ڈیم بہت مضبوط ہوتا ہے تاکہ اُس کا ہر حصہ پانی کا دباؤ برداشت کر سکے۔ اُسے زیادہ مضبوط بنانے کے لئے بعض اوقات کنکریٹ میں فولاد بھی شامل کر دیا جاتا ہے۔

محرابی ڈیم بھی کنکریٹ کا بنا ہوتا ہے۔ اُسے یہ شکل قوت بڑھانے کے لئے دی جاتی ہے۔ ایسے ڈیم کسی وادی کے پہلو میں بنائے جاتے ہیں اور انہیں پانی کی طرف خم دے دیا جاتا ہے۔ اس ڈیزائن کی وجہ سے پانی کا سب سے زیادہ دباؤ وادی کے پہلوؤں پر پڑتا ہے' ڈیم پر نہیں پڑتا۔

مٹی کے ڈیم میں مٹی کے علاوہ پتھر' سنگ ریزے اور ریت بھی شامل ہوتی ہے۔ ان میں قوت پیدا کرنے کے لئے کنکریٹ اور فولاد بھی استعمال کیا جاتا ہے۔ دنیا میں اس قسم کے ڈیم زیادہ عام ہیں ان پر لاگت بھی سب سے کم آتی ہے۔

لفظ ''ڈیم'' پر پوری کتاب لکھی جا سکتی ہے لیکن مختصر سے مختصر مضمون جس میں ''ڈیم'' سے متعلق ہر اہم بات سموئی ہوئی ہو وہ ''ہمدرد انسائیکلوپیڈیا'' کا یہ مضمون بطور مثال دیا گیا ہے۔ تمام مضامین ہی کی یہی صورت ہے کہ زیادہ سے زیادہ اختصار میں زیادہ سے زیادہ معلومات کا اندراج۔

البتہ ہمارے خیال میں ہر جلد ایک خاص لفظ کے لئے مختص ہوتی تو قارئین کو استفادے میں زیادہ سہولت ہوتی۔ جلد پنجم سے پہلے جلد چہارم میں بھی ''چ'' کے الفاظ شامل تھے اور جلد ششم میں ''رگڑ'' کے بعد آنے والے ''ر'' کے الفاظ بھی شامل ہوں گے' یہ تقسیم قدرے غیر منطقی سی ہو گئی ہے۔ بڑے سائز کے 160 صفحات کی یہ جلد پنجم 150 روپے میں کسی کو مہنگی لگتی ہوگی' کسی کو ارزاں کسی کا شوق فراواں ہوگا کسی کی جیب شوق کا ساتھ نہ دیتی ہوگی۔

(تبصرہ نگار : سید قاسم محمود)

کس کی ہے دیکھو اہمیت!

—— بنتِ اسرار ——

یہ امتحاں، وہ امتحاں
یہ ابتداء، وہ انتہا
یہ دُنیوی، وہ اُخروی
یہ عارضی، وہ دائمی
سوچو ذرا اہل کے بھی
کس کی ہے دل میں آگہی؟
رکھو ذرا میزان اک
تو لو یہ دونوں امتحاں
کس کی ہے دیکھو اہمیت؟
جھانکو گریباں میں ذرا
کس کا وزن ہے بے بہا؟
اس امتحاں کے واسطے
بچوں کا تن اور اپنا دھن
اپنے سبھی روز اور شب
سب کچھ ہوئے اس کی نذر
جس کے ابھی آنے میں ہیں
دو چار یا پھر آٹھ ماہ
راتیں بھی محنت میں بسر
دن بھی ٹیوشن کی نذر
ہلکان ہیں ماں باپ بھی
عمریں بتا دیں اس قدر
ناکام اس میں گر ہوئے
اک اور بھی ہے چانس اب
کرلیں دوبارہ محنتیں
دے دیں دوبارہ امتحاں
یہ دُنیوی ہے امتحاں......!

اب اک نظر دوسری طرف!
جو امتحاں ہے اُخروی
جو دائمی اور قائمی
جس میں یہ پوری زندگی
لمحہ، منٹ ہے یا برس
پھر تو ہمارا گھر قبر
ہوتا ہے کیڑوں کی نذر
وہ قبر ہے اک ایسی جا
جیسے ہو کوئی شب بسر
جس میں وہ دیکھے خیر و شر
جی ہاں، نتیجے سے قبل!
سوچو، یہ لمحہ فکریہ......!
گر آج ہوں ہم قبر میں
خود ہم یا گوشے جگر کے
اور اس اندھیری رات میں
کیسے جلائیں گے دیئے؟
کیسے فرشتوں سے کہیں
نہ تم انہیں دو کچھ سزا
سانپ اور بچھو جو ڈسیں
کیسے بچائیں ہم انہیں؟
ویراں اندھیری رات میں
جغرافیہ نہ فلسفہ
نہ سائنس کا کوئی دیا
نہ کام آئیں ڈگریاں
اس خوف میں، اس حال میں
قبروں سے جب آئیں نکل
تو پھر ہمارا بھی رزلٹ
اُس حشر کے میدان میں
ہم کو ملے الگ الگ

ہوگا ہمارے روبرو
ہوگا ہمارا منتظر
اللہ! وہ کیا سین ہے؟
گر ہار ہے تو دائمی
اور جیت ہے تو قائمی
جیتیں تو وہ ہو میزباں
ہاریں تو دوزخ کی نذر
اب لاکھ ہوں میں چودھری
کرلی ہو میں نے ڈاکٹری
پڑھ لی ہو کچھ انجینئری
پر آج تو میں اصل میں
اس امتحاں میں فیل ہوں
اس سے بھی بڑھ کے المیہ
نہ ہوگا ممکن اب یہاں
کہ دوں دوبارہ امتحاں
اوہ! یاد مجھ کو آ گیا
جو امتحاں تھا زیست کا
وہ امتحاں ایمان کا
ایمان کا، اعمال کا
جس کا دیا قرآن تھا
اُس سے تو غافل ہی رہا
نہ کان اس پر کچھ دھرا
سوچو ذرا اہل کے بھی
اس کی ہے کیا تیاریاں
کتنی ہے دل میں اہمیت؟
سود و زیاں کی کچھ فکر
یہ عارضی، وہ دائمی — یہ دُنیوی، وہ اُخروی
کہتی ہے بنت اسرار کی
کچھ خبر ہے میزان کی......؟

☆ کیا آج کسی کو منافق کہا جا سکتا ہے؟

☆ اپنے ساتھ ہونے والی زیادتی کو بیان کرنا کہیں غیبت تو نہیں؟

☆ بنک میں جمع شدہ رقم پر سود نہ لینا چاہیں تو اس کا مصرف کیا ہو؟

☆ موجودہ حالات میں قتال کا فریضہ ادا کرنے کے لئے تنظیم اسلامی کے پاس کیا طریقہ کار ہے؟

قرآن آڈیٹوریم میں ہفتہ وار درسِ قرآن کے بعد محترم ڈاکٹر اسرار احمد سے سوال و جواب کی نشست

س: یہ بات تو ٹھیک ہے کہ ہم کسی کے بارے میں مومن یا منافق ہونے کا دعویٰ نہیں کر سکتے' لیکن اگر اسلامی ریاست میں کسی شخص میں منافق کی چار نشانیاں جو حدیث میں بیان ہوئی ہیں واضح ہو جائیں تو کیا اسے منافق کہا جا سکتا ہے اور اس سے اسلامی ریاست کے تمام حقوق سلب کئے جا سکتے ہیں؟

ج: ہرگز نہیں' ہم کسی کو منافق قرار نہیں دے سکتے۔ ہم یہ ضرور کہہ سکتے ہیں کہ یہ چار چیزیں نفاق کی علامت ہیں اور جس میں یہ موجود ہوں اس سے کہیں کہ بھائی' ہوسکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ تمہیں منافق سمجھے' لہٰذا ان سے بچو۔ لیکن منافق کوئی Legal Entity نہیں ہے۔ قانونی طور پر مومن اور منافق کی تمیز کا کوئی آلہ نہیں ہے۔ قانونی اعتبار سے صرف دو حیثیتیں ہوں گی۔ مسلم اور کافر۔ اب کوئی مسلم ہوسکتا ہے مومن ہو' ہوسکتا ہے نرا مسلم ہو' یا وہ منافق ہو لیکن وہ مسلم رہے گا۔ اسے اسلامی ریاست کی شہریت حاصل رہے گی...... اِلاّ یہ کہ کوئی جرم ثابت ہو جائے۔ وہ بالکل دوسری بات ہے۔

س: اگر کسی کے ساتھ ظلم یا حق تلفی ہو رہی ہو تو مظلوم کو حق ہے کہ وہ ظالم شخص کی ناانصافیاں لوگوں کو بتائے۔ یہ غیبت میں شمار تو نہیں ہوگا؟

ج: مظلوم کے لئے تو خاص طور پر قرآن مجید کے اندر چھٹے پارے کی پہلی آیت ہے...... "اللہ تعالیٰ کسی بُری بات کو بلند آواز سے کہنا پسند نہیں کرتا سوائے اس کے جس پر ظلم کیا گیا ہو"۔ مظلوم کی زبان سے جو بری بات بھی نکلتی ہے وہ دکھے ہوئے دل کی بات ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کو معاف کرے گا۔ کسی کی زیادتی کو بیان کرنا غیبت کے معنی میں نہیں ہے۔

س: اگر بینک میں حفاظت کی غرض سے رقم رکھی جائے اور اس کے اوپر بینک سود دیتا ہے۔ کیا وہ بینک ہی میں رہنے دیا جائے' یا پھر بغیر ثواب کی نیت سے اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کر دیا جائے؟

ج: یہ دونوں صورتیں ممکن ہیں۔ اس لئے کہ ہمارے ہاں سارے بینک نیشنلائزڈ ہیں لہٰذا اگر کسی بینک کے پاس یہ رقم بچ جاتی ہے تو وہ کہاں جائے گی؟ وہ ملک کی دولت ہی کے اندر جمع ہوگی۔ یا اگر آپ یہ رقم لے کر اسے بغیر ثواب کی نیت کے غریبوں کو دے دیں تو بھی ٹھیک ہے۔ لیکن ہندوستان میں آزادی سے قبل یہ ہوتا تھا کہ اُس زمانے میں اگر کوئی سود نہیں لیتا تھا وہ بینک اپنا سود شمار کر کے علیحدہ فنڈ میں ڈال دیتے تھے اور اس سے مشنریز کی مدد کرتے تھے۔ یعنی جو بھی عیسائی وہاں پر تبلیغ کرتے تھے ان کو چندے میں دیتے تھے۔ اس اعتبار سے علماء کا فتویٰ تھا کہ وہ رقم وہاں چھوڑنی نہیں چاہئے' بلکہ وہ رقم لے کر کسی بھی غریب کو یا کسی خیر کے کام میں بھی صرف کر دیں' البتہ اس میں کسی اجر و ثواب کا خیال نہ ہو۔

س: مفتی حضرات کے فتویٰ کے مطابق آج کل کے حالات کے مطابق عملی جہاد یعنی قتال فرض عین ہو گیا ہے۔ چونکہ ہماری حکومت شرعی نہیں اس لئے سے توقع نہیں کہ وہ عملی جہاد کی کال دے گی۔ اس صورت میں تنظیم اسلامی کے پاس یہ فریضہ ادا کرنے کا کیا طریقہ کار ہے؟

ج: ہمارے پاس کوئی طریقہ نہیں ہے۔ بلکہ کسی بھی پاکستانی کے پاس کوئی طریقہ نہیں ہے۔ دعا اور محنت یہ کرنی چاہئے کہ حکومت پر دباؤ ڈالا جائے کہ وہ دنیا بھر کے مظلوم مسلمانوں کی مدد کے لئے اقدام کرے۔ دراصل آج ہم انفرادی طور پر کچھ نہیں کر سکتے مثلاً عراق میں جا کر کیا کریں گے کیونکہ ہماری کوئی ملٹری ٹریننگ نہیں ہے' پھر وہاں کی ہم زبان نہیں جانتے' افغانستان میں جو مجاہدین یہاں سے گئے تھے ان میں سے بہت سے لوگ خاص طور پر مالاکنڈ سے مولانا صوفی محمد صاحب کے ساتھی جو گئے تھے وہ بے چارے وہاں جا کر پریشان ہوئے تھے' کچھ نہیں کر سکے تھے۔ لہٰذا اس فتوے کی رُو سے حکومتوں پر لازم آ گیا ہے کہ وہ درحقیقت امریکہ کے خلاف اٹھ کھڑے ہوں۔ اللہ تعالیٰ انہیں اس بات کی توفیق دے۔

بقیہ: مکتوب بنگلہ دیش

آج اگر تمام علماء بیک آواز کہیں کہ بادشاہت' مغربی جمہوریت' فوجی آمریت نہیں چلے گی بلکہ صرف اور صرف خلافت علیٰ منہاج النبوت قائم ہوگی تو امریکا نواز مسلم حکمران کافور ہو جائیں گے۔ کاش اسلامی جماعتوں کے راہنما اور علماء کرام اس پر یک زبان ہو کر تمام نظام ہائے باطل کے خلاف صف آرا ہو جائیں تو مصائب کا خاتمہ ہو سکتا ہے اور خلافت اسلامی کا بابرکت دور وجود میں آ سکتا ہے۔ تنظیم اسلامی کی یہی منزل مقصود ہے اور بانی تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمد نے اپنی تنظیم کی بنیاد بیعت پر رکھی ہے۔ واقعات سے ثابت ہو گیا ہے کہ امت مسلمہ میں مرکزی قیادت کا فقدان ہے جس سے ہر جگہ مسلمان پسپا ہو رہے ہیں۔ اب بھی اگر تمام مسلم ممالک خلافت کی لڑی میں ایک مرکزی قیادت کے زیر فرمان آ جائیں تو ہم نصاریٰ' یہود اور مشرکین کے نرغے سے نکل سکتے ہیں۔ صرف اور صرف خلیفۃ المسلمین کی واحد مرکزی قیادت میں امت کی نجات ممکن ہے۔ اب الکفر امت واحدۃ کی فضا قائم ہے اور ملوک' مشائخ' امراء اور فوجی آمر کفار کے مددگار بنے ہوئے ہیں۔ وقت کا تقاضا ہے کہ ان کو کالعدم کر دیا جائے اور اس کے لئے امت مسلمہ متحد ہو جائے!

دنیائے اسلام پر شیطان کے نئے پھندے

''ندائے خلافت'' کی خصوصی اشاعت ''عراق نمبر'' کی تیاری میں مشغولیت کے باعث ''عالمِ اسلام'' کے بارے میں ہماری ہفتہ وار رپورٹ بھی معرضِ التوا میں پڑی رہی۔ اب اس کا اجرائے نو کرتے وقت ہم نے اپنے بعض قارئین کے مشوروں کے مطابق یہ رپورٹ تاریخ وار مرتب کرنے کی بجائے اسلامی ملکوں کو پیش آمدہ مسائل اور حالاتِ حاضرہ کی شدت و اہمیت کے مطابق مرتب کرنے کا فیصلہ کیا ہے۔

''سقوطِ بغداد'' کے بعد بڑے شیطان نے اپنے ''پرانے خواب'' کو شرمندۂ تعبیر کرنے کے لئے اسلامی ملکوں اور مسلمانوں کو اپنے دامِ فریب میں جکڑنے کے لئے حسبِ معمول بڑی عیاری اور مکاری کے ساتھ نئے حربے اور پھندے استعمال کئے ہیں۔ تین بڑے عالمی قضیوں فلسطین، کشمیر اور خود عراق کے بارے میں اُس نے جو نئی چالیں چلی ہیں، ان کی تفصیل یہ ہے:۔

فلسطین کے لئے روڈ میپ

یادش بخیر، عراق پر 20 مارچ کو باقاعدہ حملہ کرنے سے پہلے اپنے حلیف عرب ملکوں پر خوشگوار نفسیاتی اثر ڈالنے کے لئے امریکا کے صدر جارج واکر بش نے 16 مارچ کو وائٹ ہاؤس میں اپنی پریس کانفرنس میں کہا کہ مشرق وسطیٰ میں امن کے دیرینہ روڈ میپ (لائحہ عمل) کا اعلان فلسطینیوں کی طرف سے (یاسر عرفات کے مقابلے میں) بااختیار وزیراعظم کی تقرری کو، ہماری تصدیق اور رضامندی کے فوراً بعد کر دیا جائے گا۔ انہوں نے یہ بھی کہا تھا کہ میں نے اپنے روڈ میپ میں مصر، اردن اور سعودی عرب کے رہنماؤں سے ٹیلی فون پر بات چیت کر لی ہے۔ امریکی صدر کے اس بیان کے فوراً بعد برطانیہ کے وزیراعظم ٹونی بلیئر کا بیان آیا کہ مذکورہ روڈ میپ کے تحت فلسطینی ریاست قائم کی جائے گی۔ اسرائیل نے اپنا ردِعمل ظاہر کرتے ہوئے کہا کہ یاسر عرفات کو نظر انداز کر کے ایک مرتبہ مجوزہ فلسطینی وزیراعظم کو اختیارات مل جائیں اور وہ فلسطینی دہشت گردوں کے خلاف اعلانِ جنگ کرے تو اسرائیل ان سے مذاکرات پر غور کر سکتا ہے۔

امریکا اور اس کے حلیف عرب رہنماؤں کے زبردست دباؤ پر یاسر عرفات نے امریکا نواز محمود عباس (عرف ابو میزان) کو مجوزہ آزاد فلسطین کا پہلا وزیراعظم 24 اپریل کو مقرر کیا۔ 30 اپریل کو فلسطینی پارلیمنٹ نے پہلے وزیراعظم کی حیثیت سے تقرری کی منظوری دے دی۔ محمود عباس کے حق میں 15 ووٹ آئے، 18 ووٹ ان کی مخالفت میں آئے۔ تین نے رائے شماری میں حصہ نہیں لیا۔ محمود عباس نے اپنی کابینہ کا اعلان کیا۔ محمد ھلان داخلی سلامتی کے وزیر ہوں گے۔ محمود عباس نے دہشت گردوں کے خلاف اعلانِ جنگ کیا۔

30 اپریل کو امریکا کی مرضی کے عین مطابق یہ مرحلہ طے ہوا تو یکم مئی کو امریکا کا تیار کردہ ''روڈ میپ'' اقوام متحدہ کے نمائندے نے محمود عباس، نامزد وزیراعظم فلسطین کو، اور اسرائیل میں امریکا کے سفیر نے اسرائیل کے وزیراعظم ایریئل شیرون کو پیش کیا۔ عالمی ذرائع ابلاغ سے امریکا نے مشہور کرایا کہ یہ روڈ میپ اقوام متحدہ، یورپی یونین، امریکا اور روس کے سفارت کاروں نے مل کر تیار کیا ہے۔ اس منصوبے کے مطابق اگر ''فلسطینی حکام اسرائیل کے خلاف دہشت گردی روکنے میں کامیاب ہو گئے تو 2005ء تک فلسطین کو آزاد و خودمختار ملک تسلیم کر لیا جائے گا''۔

2 مئی امریکا کی ترغیب پر جاپان نے فلسطین کے پہلے وزیراعظم محمود عباس کی مدد کے لئے سوا 22 ملین ڈالر کی پیشکش کی۔ یہ مالی امداد فلسطینی ریاست کے استحکام کے طور پر پیش کی جا رہی ہے۔ اس ضمن میں جاپان اسرائیل اور فلسطین کی کانفرنس (19 مئی) کی میزبانی بھی کرے گا۔

2 مئی کو صدر بش نے اسرائیل اور فلسطین سے کہا کہ وہ مشرق وسطیٰ میں امن کے حصول کے لئے امریکا کے ساتھ تعاون کریں اور دونوں اپنی ذمہ داریاں پوری کریں۔ لیکن اسرائیل نے اس منصوبے میں پندرہ ترامیم کرنے کا مطالبہ کیا ہے، جبکہ محمود عباس کی انتظامیہ نے اسے من و عن قبول کر لیا ہے۔ مصر نے کہا کہ روڈ میپ کی کامیابی کا دارومدار اس بات پر ہو گا کہ آیا اسرائیلی وزیراعظم شیرون اسے کتنی سنجیدگی سے لیتے ہیں۔ عرب دنیا میں زیادہ تر لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ عراق پر امریکی قبضہ اور فلسطین پر اسرائیلی قبضہ ایک ہی سازش کے دو پہلو ہیں۔ امریکی روڈ میپ کے بارے میں فلسطینی تنظیموں اور رہنماؤں کا ردِعمل مختلف تھا۔ حماس لیڈر اسماعیل حیفہ کے اسلامی گروپ نے روڈ میپ مسترد کرتے ہوئے کہا کہ امریکا نے اسرائیل اور فلسطین کی جنگ کو فلسطین کی باہمی خانہ جنگی میں تبدیل کر دیا ہے۔ آزاد فلسطین کی تنظیم ''القاسم بریگیڈ'' نے وزیراعظم محمود عباس کو خبردار کیا ہے کہ وہ اسے غیر مسلح کرنے سے باز رہیں۔ اپنے اخباری بیان میں انہوں نے کہا کہ سب کے لئے ہمارا یہ کھلا اور واضح پیغام ہے کہ ہتھیار ہمارا خون ہیں۔ جس نے انہیں لینے کی کوشش کی اس کے ہاتھ کاٹ دیئے جائیں گے۔ جس نے بھی مشرق وسطیٰ کے لئے روڈ میپ سے تعاون کیا، اس کا یہ اقدام ہماری نظر میں اسرائیل کے مجرمانہ قبضے کا ساتھ دینے کے مترادف ہو گا۔

کشمیر کے حصے بخرے

عراق پر اپنا قبضہ مکمل کرنے کے بعد امریکا اپنے اور اسرائیل کے دوست بھارت کی مدد کے لئے کمربستہ ہوا۔ اس کے مختلف دفاتر اور ایجنسیوں کی طرف سے پاکستان پر کشمیر میں دراندازی روکنے کے لئے اعلانات آنے لگے۔ بھارت پر کچھ ایسا جادو چلایا کہ واجپائی صاحب جو پاکستان کے مصافحے کے لئے ہاتھ بڑھانے کے لئے تیار نہ تھے، پاکستان سے مذاکرات کے لئے تیار ہو گئے اور اپنا سفیر مقرر کرنے اور فضائی اور خشکی کے راستے فوراً کھولنے کے لئے تیار ہو گئے۔ اب کہ جب دونوں ملکوں کے وزیراعظم مذاکرات کی میز پر آنے کی تیاری کر رہے ہیں، امریکا نے اپنی سوچی سمجھی اسکیم کے مطابق کشمیر کا نیا نقشہ جاری کیا ہے۔ اس نقشے کے مطابق موجودہ لائن آف کنٹرول کو مستقل سرحد دکھایا گیا ہے۔ وادی، جموں اور لداخ بھارت کا حصہ، موجودہ آزاد کشمیر، گلگت بلتستان پاکستان کا حصہ اور جو علاقہ ''متنازعہ'' قرار دیا گیا ہے، اس کا تعلق چین سے ہے۔ گویا امریکی دباؤ اب چین پر ہو گا۔ اس نئے نقشے کے اجرا کی خبر کے ساتھ ہی یہ خبر بھی آئی کہ پاکستانی انٹیلی جنس کے سربراہ لیفٹیننٹ جنرل احسان الحق تین روزہ دورے پر امریکا روانہ ہو گئے ہیں۔ (خدا خیر کرے!)

عراق کے حصے بخرے

امریکی صدر بش نے ایک ٹیلی ویژن کو انٹرویو دیتے ہوئے کہا کہ امریکی فوج دو برس تک عراق میں رہے گی۔ انہوں نے ایران اور شام کو وارننگ دی کہ وہ عراق میں مداخلت کے بارے میں نہ سوچیں اور عراق کے حشر سے عبرت پکڑیں۔ ان کی اس وارننگ کے اگلے روز 2 مئی امریکی حکومت کے ایک سینئر عہدے دار نے بتایا کہ عراق کو مذہبی اور نسلی بنیادوں پر تین سیکٹروں میں تقسیم کیا جائے گا، جن کی کمانڈ اتحادی کمانڈروں کو سونپی جائے گی۔ وسطی عراق کا سیکٹر امریکی کمانڈر، جنوبی عراق کا سیکٹر برطانوی کمانڈر، شمالی عراق کا سیکٹر پولینڈ کے کمانڈر کے تحت ''جمہوریت'' کے برگ و بار لائے گا۔ اس کے برعکس عراقیوں نے امریکی سازشوں اور قبضہ گیری کے خلاف آزادی کی تحریک چلانے کا عزم کر رکھا ہے، جس کا اظہار وہ عین امریکی فوجیوں کی بندوقوں کے روبرو، شہید ہو کر اکثر کرتے رہتے ہیں۔ (تحریر: سید قاسم محمود)

توبہ کے ذریعے اُمت مسلمہ اپنی سابقہ کوتاہیوں کی تلافی کرسکتی ہے ○ ایم ایچ انصاری

اللہ کی طرف رجوع کر کے ہی مسلمان موجودہ خطرناک حالات سے نجات پاسکتے ہیں ○ قیوم نظامی

اسلامی ممالک مغرب کی معاشی غلامی سے نجات حاصل کرنے کے لئے اپنا الگ مالیاتی نظام بنائیں ○ عرفان صدیقی

اللہ کی مدد کے حصول کے لئے امت کو اپنی اجتماعی غلطیوں کی تلافی اور دین کے قیام کا عظیم فریضہ سرانجام دینا ہوگا ○ امیر تنظیم اسلامی

''امت مسلمہ کی زبوں حالی' اسباب اور حل''

کے موضوع پر تنظیم اسلامی لاہور کے زیر اہتمام سیمینار

تنظیم اسلامی لاہور کے زیر اہتمام 27 اپریل کو ہمدرد سینٹر لٹن روڈ میں ''امت مسلمہ کی زبوں حالی' اسباب اور حل'' کے موضوع پر ایک سیمینار منعقد ہوا۔ حسبِ روایت پروگرام کا آغاز تلاوت کلام پاک سے ہوا۔ حافظ عبداللہ واحد نے تلاوت کلام پاک کی سعادت حاصل کی۔ محمد افتخار نے نعت رسولؐ پیش کی۔ سیمینار کے پہلے مقرر محترم جناب قیوم نظامی نے کہا کہ عالم اسلام قیادت کے بحران سے دوچار ہے۔ ذوالفقار علی بھٹو اور شاہ فیصل اسلامی دنیا کو درپیش خطرات سے پوری طرح باخبر تھے اس لئے انہیں سازش کے ذریعے منظر سے ہٹا دیا گیا۔ انہوں نے کہا کہ عالم اسلام کو موجودہ بحرانی صورت حال سے نکالنے کے لئے اجتہاد کی ضرورت ہے۔ آمریت کی بجائے جمہوریت اور مغرب کی معاشی غلامی سے نجات حاصل کرنے کے لئے اسلامی ممالک کو یورپ کی طرح اسلامی کرنسی کا اجرا کرنا چاہئے۔ قیوم نظامی نے کہا کہ مغرب کی اسلام دشمن پراپیگنڈہ مہم کا مقابلہ کرنے کے لئے اسلامک میڈیا نیٹ ورک کا قیام وقت کی اہم ترین ضرورت ہے۔ جناب مرزا ایوب بیگ نے کہا کہ امریکہ اور برطانیہ نے نہتے عراق پر جنگ مسلط کر کے انسانی حقوق کی پامالی کا شرمناک مظاہرہ کیا ہے جب کہ ہمیں دھمکیوں کے ذریعے سرنگوں کرنے کی کوشش کی جا رہی ہے اور ہمارے حاکم امریکی وائسرائے کا رول ادا کر رہے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ مسلمانوں کے باہمی اتحاد کے لئے ہمیں اپنا کردار ادا کرنا چاہئے اور اللہ کی طرف رجوع کر کے ہی مسلمان موجودہ خطرناک صورت حال سے نکل سکتے ہیں۔

جنرل (ر) ایم ایچ انصاری نے حاضرین سیمینار سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ عالمی سطح پر دہشت گردی کا ارتکاب کرنے والی عالمی طاقتیں اسلامی جہاد کو دہشت گردی قرار دے کر دنیا کو اسلام اور مسلمانوں سے بدظن کر رہی ہیں اور ہمارے حکمرانوں کو ایمانی غیرت کا سودا کرنے پر مجبور کیا جا رہا ہے۔ انہوں نے کہا کہ امت مسلمہ کے ہر فرد کو توبہ کے ذریعے اپنی غلطیوں کی تلافی کرتے ہوئے اسلامی احکامات پر عمل کرنا ہوگا وگرنہ ذلت ورسوائی کا سیاہ دور کبھی ختم نہ ہوگا۔

روزنامہ نوائے وقت میں نقش خیال کے عنوان سے لکھنے والے کالم نگار جناب عرفان صدیقی جو اسلام آباد سے خصوصی طور پر سیمینار میں شرکت کے لئے تشریف لائے تھے انہوں نے حاضرین سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ عالم اسلام مکمل بے چارگی کا منظر پیش کر رہا ہے اور امت مسلمہ سیاسی' اقتصادی فکر و عمل سمیت ہر قسم کی بے چارگی سے دوچار ہے۔ انہوں نے کہا کہ عالم اسلام کو مغربی میڈیا پر انحصار کرنے کی بجائے اپنا الگ میڈیا قائم کر کے اسلام کی حقیقی تعلیمات کو لوگوں کے سامنے پیش کرنا ہوگا۔ انہوں نے کہا کہ اسلامی ممالک عالمی مالیاتی نظام کو سپورٹ کرنے کی بجائے اپنے وسائل کو بروئے کار لاتے ہوئے اسلامی ممالک کا مضبوط مالیاتی نظام قائم کریں تاکہ مغرب کی معاشی غلامی سے نجات حاصل کی جاسکے۔ پاکستان کا سیاسی قبلہ واشنگٹن نہیں ہونا چاہئے بلکہ پاکستان کو مسلمانوں کے حق میں آواز اٹھانے والے یورپی ممالک کے ساتھ تعلقات بڑھانے چاہئیں۔

امیر تنظیم اسلامی حافظ عاکف سعید نے صدارتی خطاب میں کہا کہ مسلمان اسلام کی سربلندی کے عظیم مشن کو ترک کرنے کی پاداش میں رحمتِ خداوندی سے محروم ہو چکے ہیں۔ موجودہ ذلت سے نکلنے کے لئے مسلمانوں کو قرآنی تعلیمات پر عمل کرنا ہوگا۔ امت مسلمہ اسلامی نظامِ عدل قائم کر کے ہی دنیا میں اسلام کی حقانیت کا لوہا منوا سکتی ہے۔ عالم اسلام کے حکمرانوں نے اسلامی تعلیمات کو نافذ کرنے کی بجائے مغربی طاقتوں کی اطاعت کو اپنا نصب العین بنا رکھا ہے۔ انہوں نے کہا کہ عذابِ خداوندی سے نکلنے کے لئے مسلمانوں کو اپنی انفرادی اور اجتماعی غلطیوں کی تلافی کرنا ہوگی۔ اور دین کو قائم کرنے کا عظیم مشن سرانجام دینا ہوگا۔ سیمینار کے اختتام پر محترم جنرل (ر) ایم ایچ انصاری صاحب نے انتہائی رقت آمیز انداز میں اجتماعی دعا کروائی۔

(رپورٹ: وسیم احمد)

بقیہ: اداریہ

کشمیر کو ایسی صورت دینا چاہتا ہے کہ وہ جنوبی ایشیا کے وسط میں اس اونچی جگہ پر بلاواسطہ یا کم از کم بالواسطہ کنٹرول حاصل کرلے۔ کشمیر کی حیثیت امریکہ کے نزدیک اس لحاظ سے بھی انتہائی اہم ہے کہ یہ خطۂ زمین مستقبل میں امریکہ کے مضبوط ترین حریف بننے والے ملک یعنی چین کی بغل میں واقع ہے۔ پاکستان کے لئے کشمیر کا مسئلہ کثیر الجہتی ہے:

1) اسی ہزار شہداء کے خون کا سوال ہے۔

2) پانی کا مسئلہ اس سے وابستہ ہے جو پہلے ہی ایسی صورت اختیار کر گیا ہے کہ آنے والے وقت میں پاکستان کی اکثر علاقوں کی زمینیں بنجر ہوتی نظر آرہی ہیں۔

3) چین پاکستان کا وہ واحد دوست ہے جو ہمیشہ آڑے وقت میں کام آیا۔ اگر کشمیر کا کوئی ایسا حل قبول کرلیا گیا جس سے امریکہ کو کشمیر پر کنٹرول حاصل ہو گیا تو ایسا فیصلہ ہمیں چین جیسے دوست سے محروم کردے گا جو بہت بڑا نقصان ہوگا۔ لہٰذا ہر قدم پر چین کو اعتماد میں لینا ازبس ضروری ہے۔

4) کشمیری عوام کی خواہشات کو بھی مدنظر رکھنا ہوگا۔

5) پاکستان کے عوام بھی سوال کرسکتے ہیں کہ جس مسئلہ کی وجہ سے تین باقاعدہ جنگیں لڑی گئیں اور جس بارڈر پر مسلسل پچپن سال جھڑپوں میں فوجی اور عوام اپنی جانیں گنواتے رہے اور جس مسئلہ کی وجہ سے ہماری معیشت پر کمر توڑ بوجھ پڑتا رہا اس کا انجام کیا ہوا؟

دوسری طرف بھارت کے لئے بھی کوئی انقلابی فیصلہ کرلینا اتنا آسان نہیں ہے۔ ان کا بھی بہت بڑا علاقہ پانی سے محروم ہو جائے گا۔ پنڈت نہرو کشمیری تھا۔ وہ کشمیر کے نام سے جذباتی ہو جاتا تھا۔ اس نے اس مسئلہ پر بھارت کے عوام کو شدید جذباتی بنا دیا ہے۔ کسی بھارتی حکومت کے لئے کشمیر کے کسی حصہ کو گنوا کر اپنی حکومت برقرار رکھنا انتہائی مشکل ہوگا۔ بی جے پی کی حکومت تو خالصتاً پاکستان دشمنی کی بنیاد پر قائم ہے۔ وشوا ہندو پریشد کے کسی کارکن کا خواہ کشمیر سے دور کا تعلق بھی نہ ہو تب بھی وہ پاکستان دشمنی میں کشمیر کا کوئی حصہ پاکستان کے حوالہ کرنے کی بدترین مخالفت کرے گا۔ ان حالات میں اور اس پس منظر میں دونوں ممالک کے درمیان مذاکرات کی کامیابی کی صرف دعا ہی کی جاسکتی ہے۔ اصل فیصلہ کن شے یہ ہوگی کہ کونسا ملک امریکہ کے آگے کس قدر جھک جانے پر تیار ہوتا ہے۔ خدانخواستہ یہ مذاکرات اگر ناکام ہوتے ہیں تو امریکہ اس بار ماضی سے مختلف ہوگا۔ وہ اپنے تئیں کوئی بھی قدم اٹھا سکتا ہے۔ بہرحال پاکستان کو امریکہ سے کسی خیر کی توقع نہیں رکھنی چاہئے بلکہ اپنا قبلہ درست کرتے ہوئے اللہ کے دامن کو تھامنے میں ہرگز تاخیر نہیں کرنی چاہئے۔

قند مکرر مرسلہ: قاضی عبدالقادر

ایک سوال چار جواب

مولانا نعیم صدیقی مرحوم ومغفور کے تخلیق کردہ تحریکی ادب کا ایک شہ پارہ

محترمی مدیر "ندائے خلافت" سلام مسنون!

امید ہے مزاج گرامی بخیر ہوں گے۔

"ندائے خلافت" میں آپ نے نعیم صدیقی مرحوم کی نظم "ایک سوال چار جواب" شائع کی ہے۔ جو نامکمل ہے یعنی ایک سوال اور صرف دو جواب۔ یہ نظم میں نے ہی آپ کو ارسال کی تھی جو دو صفحات پر مشتمل تھی پہلا صفحہ شائع ہو گیا اور دوسرا صفحہ غالباً اِدھر اُدھر ہو گیا ہو گا اس لئے شائع نہ ہو سکا۔ اب میں دوبارہ وہ دو صفحات پر مشتمل نظم بھیج رہا ہوں۔ براہ کرم اسے مکمل شائع فرما کر ممنون فرمائیں تاکہ ایک سوال کے دو جوابات کی بجائے چار جوابات شائع ہو کر مضمون مکمل ہو جائے۔ رفقاء کار کی خدمت میں سلام مسنون! والسلام

خاکسار

قاضی عبدالقادر

تاریخ نے پوچھا اے لوگو! یہ دنیا کس کی دنیا ہے؟
شاہی نے کہا ...... یہ میری ہے
اور دنیا نے یہ مان لیا
پھر تخت بچھے' ایوان سجے' گھڑیال بجے' دربار لگے
تلوار چلی اور خون بہے ! انسان لڑے' انسان مرے
دنیا نے بالآخر شاہی کو
پہچان لیا پہچان لیا
تاریخ نے پوچھا پھر' لوگو! یہ دنیا کس کی دنیا ہے؟
دولت نے کہا ...... یہ میری ہے
اور دنیا نے یہ مان لیا
پھر بنک کھلے' بازار جمے' بیوپار بڑھے
انسان لٹے' انسان بکے' آرام اڑے' سب چیخ اٹھے
دنیا نے بالآخر دولت کو
پہچان لیا پہچان لیا
تاریخ نے پوچھا پھر' لوگو! یہ دنیا کس کی دنیا ہے
محنت نے کہا ...... یہ میری ہے
اور دنیا نے یہ مان لیا
پھر روح دبی' پیٹ بڑھے' افکار سڑے' کردار گرے
ایمان لٹے' اخلاق جلے' انسان نرے حیوان بنے
دنیا نے بالآخر محنت کو
پہچان لیا پہچان لیا
تاریخ نے پوچھا پھر' لوگو! یہ دنیا کس کی دنیا ہے
مومن نے کہا...... اللہ کی ہے
اور دنیا نے یہ مان لیا
پھر قلب ونظر کی صبح ہوئی' اک نور کی سے سی پھوٹ بہی
ایک ایک خودی کی آنکھ کھلی' فطرت کی صدا پھر گونج اٹھی
دنیا نے بالآخر آقا کو
پہچان لیا پہچان لیا

تنظیم اسلامی کی دعوتی و تربیتی سرگرمیاں

تنظیم اسلامی ہارون آباد کا دعوتی و تبلیغی پروگرام

یہ پروگرام 3 اپریل کو نمازِ عصر کے بعد شروع ہو کر اگلے دن بعد نمازِ فجر اختتام پذیر ہوا۔ اس کے لئے تنظیمی رفقاء کے علاوہ دوست احباب کو بھی دعوتی کارڈز دیئے گئے تھے۔ نماز عصر کے بعد جناب حکیم منظور احمد نے ''مسلمانوں پر قرآن مجید کے حقوق'' کو تفصیل سے بیان کیا۔ اس کے بعد رفقاء نے گاؤں کا دعوتی گشت کیا۔

نماز مغرب کے بعد تنظیم اسلامی ہارون آباد کے امیر جناب محمد منیر احمد نے ''فرائض دین کا جامع تصور'' کے موضوع پر درس دیا جو کہ سوا گھنٹہ سے بھی زیادہ جاری رہا۔ عشاء کی نماز کے بعد جناب حاجی نثار احمد نے درس قرآن دیا۔

تہجد کی نماز کے بعد رفقاء نے قرآن مجید کی تلاوت کی۔

نماز فجر کے بعد جناب ذوالفقار علی نے ''انسان کا اصل مسئلہ اور جماعتی زندگی'' کے موضوع پر پنجابی زبان میں تقریر کر کے حاضرین کو یہ سوچنے پر مجبور کر دیا کہ آج ہم کہاں کھڑے ہیں اور اب ہمیں کیا کرنا چاہئے تاکہ قیامت کے دن اللہ کے حضور سرخرو ہو سکیں۔ ان کا درس سوا گھنٹہ جاری رہا جس کے بعد یہ پروگرام اپنے اختتام کو پہنچا۔ (رپورٹ: محمد عظیم)

قرآن مرکز کورنگی' کراچی میں تفہیم دین کورس

تنظیم اسلامی کورنگی ولانڈھی کے زیر اہتمام یہ کورس 12 تا 16 مارچ منعقد ہوا۔ بینرز' ہینڈ بلز اور ذاتی رابطوں کے ذریعے سے کورس کے بارے میں احباب کو مطلع کیا گیا۔ اس کے نتیجے میں الحمد للہ پورے کورس کے دوران شرکاء کی تعداد تقریباً 200 حضرات اور 80 خواتین پر مشتمل رہی۔

12 مارچ کو بعدِ نماز مغرب جناب شجاع الدین شیخ نے ''راہِ نجات'' کے موضوع پر نجات کی کم از کم شرائط بیان کیں۔ ان کے اندازِ بیان کو بہت پسند کیا گیا۔ اگلے دن دوسرا لیکچر ''نبی کریم ﷺ سے ہمارے تعلق کی بنیادیں'' کے موضوع پر تھا' جو ناظم حلقہ اور تنظیم اسلامی (سوسائٹی) کے امیر جناب انجینئر نوید احمد نے دیا۔ انہوں نے سورۃ الاعراف کی آیت 157 کے حوالے سے نبی کریم ﷺ سے ہمارے تعلق کی چار بنیادوں کو بڑے مؤثر انداز سے واضح کیا۔ تیسرے دن ''فرائضِ دینی کا جامع تصور'' کے موضوع کو تنظیم اسلامی (کورنگی ٹاؤن) کے امیر جناب عامر خان نے نہایت عمدگی سے واضح کیا۔ کورس کے چوتھے روز تنظیم اسلامی (شاہ فیصل ٹاؤن) کے امیر جناب اعجاز لطیف نے ''غلبہ دین کا نبوی طریقہ'' کے موضوع پر لیکچر دیا۔ اس سلسلے کا آخری لیکن انتہائی اہم لیکچر ''اجتماعیت اور بیعت کی اہمیت'' کے موضوع پر ہوا' جسے جناب انجینئر نوید احمد نے قرآن و احادیث کی روشنی میں واضح کیا۔

تمام لیکچرز کے نکات کو پروجیکٹر کے ذریعے پیش کیا گیا۔ ہر لیکچر کے آخر میں شرکاء کو ایک سوالنامہ دیا گیا جس میں موضوع کے اہم نکات کو سوالات کی صورت میں مرتب کیا گیا تھا۔ شرکاء کو صحیح یا غلط جواب پر نشان لگانا تھا۔ آخر میں تنظیم اسلامی (کورنگی ٹاؤن) کے امیر جناب عامر خان نے تمام شرکاء کا شکریہ ادا کیا اور ''تفہیم دین کورس'' کے تمام لیکچرز میں شریک ہونے والے حضرات و خواتین کو تنظیم اسلامی کی طرف سے سرٹیفیکیٹ دینے کا اعلان بھی کیا۔ جناب انجینئر نوید احمد کی دعا پر اس کورس کا اختتام ہوا۔ (رپورٹ: انجینئر نعمان اختر)

امیر حلقہ سرحد شمالی کا دورہ غالیگے ضلع سوات

امیر حلقہ سرحد شمالی محمد فہیم اور راقم 23 مارچ بروز اتوار صبح دس بجے تیمر گرہ سے روانہ ہوئے تقریباً گیارہ بجے اُوچ پہنچے جہاں سے مولانا حقانی کو ساتھ لے کر غالیگے کی طرف عازمِ سفر ہوئے راستے پر عالمی صورتِ حال خصوصاً عراقی عوام پر امریکہ کی بربریت پر گفتگو ہوتی رہی۔

پورے 12 بجے مقررہ جگہ پر پہنچے جہاں پر رفیق محترم حبیب علی چند احباب سمیت ہمارے منتظر تھے کچھ دیر آرام اور پھر طعام کے بعد نمازِ ظہر ادا کی گئی نماز کے بعد مولانا حقانی نے سورۃ الصف سے درس دیا۔ موصوف نے یہودی عزائم اور ملتِ اسلامیہ کے حالات پر روشنی ڈالی بعد میں امیر حلقہ نے بھی ترغیبی بات کی اس کے بعد مقامی رفقاء سے مشورہ ہوا اور باقاعدہ ایک اُسرہ تشکیل دے دیا گیا جس کی نقابت کی ذمہ داری حبیب علی کو دے دی گئی اُسی طرح پانچ بکھرے ہوئے رفقاء ایک لڑی میں پرو دیئے گئے اللہ تعالیٰ انہیں اسی طرح جڑے رہنے کی استقامت نصیب کرے آمین! چائے کی نوشت اور اللہ تعالیٰ سے دعا کے بعد ہم نے واپسی کی راہ لی۔ راستے میں مولانا حقانی اقبالیات سناتے رہے جس میں ابلیس کی مجلسِ شوریٰ قابلِ ذکر تھا اور یوں نماز عشاء کے قریب قریب ہم اپنے مسکنوں کو پہنچے اللہ تعالیٰ ہماری اس سعی کو اپنی درگاہِ عالیہ میں قبول فرمائے آمین!

(شاہ وارث' تیمر گرہ)

تنظیم اسلامی چشتیاں حلقہ بہاولنگر کا تنظیمی اجتماع

تنظیم اسلامی چشتیاں' حلقہ بہاول نگر کا ماہانہ تنظیمی اجتماع 30 مارچ بروز اتوار کو تنظیم اسلامی چشتیاں کے رفیق جناب ڈاکٹر جاوید احمد کی رہائش گاہ پر منعقد ہوا۔ تنظیم اسلامی حلقہ بہاولنگر کے امیر محترم منیر احمد صبح 9:30 بجے ہارون آباد سے چشتیاں پہنچے رفقاء پہلے ہی وہاں جمع تھے۔ منیر بھائی اور دوسرے رفیق پورے حلقے میں مختلف مقامات پر درس قرآن دیتے ہیں۔ یہ سوال کئی احباب کی طرف سے آیا کہ امت مسلمہ کی ذلت کا سبب کیا ہے؟ منیر بھائی نے اس اجتماع میں بڑی تفصیل سے سورۃ بنی اسرائیل کے پہلے رکوع کے حوالے سے بنی اسرائیل اور موجودہ اُمت مسلمہ کی تاریخ واضح کی اور رفقاء پر یہ بات واضح فرمائی کہ ہماری ذلت و رسوائی کی اصل وجہ یہ ہے کہ ہم نے بھی بنی اسرائیل کی طرح اپنے فرائض دینی کو ادا نہ کیا اسی لئے ہم پر بھی یہ ذلت طاری ہے اور اس ذلت اور رسوائی سے نکلنے کا واحد راستہ سچی توبہ اور کتاب اللہ اور سنت رسول ﷺ کی طرف رجوع ہے کہ پوری قوم تائب اور متحد ہو کر اللہ تعالیٰ کا دیا ہوا نظام عدل و قسط قائم کرنے میں اپنے آپ کو کھپا دے تو ان شاء اللہ! جس طرح قومِ یونسؑ پر آیا ہوا عذاب قوم کے توبہ کرنے سے اللہ تعالیٰ نے ٹال دیا تھا اسی طرح اللہ تعالیٰ ہم پر رحم فرمائے گا مگر اس کے لئے پختہ عزم اور مسلسل جہاد کرنا ہوگا اور اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرنا ہوگا الحمد للہ رفقاء کے دلوں میں اٹھنے والے تمام سوالات کا جواب آ گیا۔ رانا امجد صاحب نے درس حدیث دیا اور جھوٹ' غیبت اور غصہ کے نقصانات واضح فرمائے۔ راقم الحروف نے قرآن پاک کی رُو سے یہ واضح کرنے کی کوشش کی کہ ہمارے متحرک نہ ہونے کا سبب ضعف ایمان اور دنیا کی زندگی سے حد درجہ محبت ہے اور آخرت کا نفع ہم پر واضح نہیں ہے لہٰذا ہم اپنا مال و جان اللہ تعالیٰ کے راستے میں کھپانے کے لئے تیار نہیں ہے جب ہمیں اللہ تعالیٰ کے وعدوں اور وعیدوں پر پختہ یقین ہوگا تو ہم آخرت کی تیاری میں لگ جائیں گے اور یہی ایمان کی نشانی ہے۔ 12 بجے پروگرام کا اختتام ہوا اور رفقاء گھروں کو رخصت ہو گئے۔

(رپورٹ: ذوالفقار علی)

اسرہ بہاولپور کی ماہانہ شب بسری

18 اپریل بروز جمعہ بعد نماز مغرب بہاولپور میں دفتر تنظیم اسلامی مدینہ ٹاؤن واقع حاصلپور روڈ پروگرام منعقد ہوا۔ پروگرام کا آغاز جناب امیر حلقہ بہاولنگر محمد منیر احمد کے خطاب سے ہوا جس کا موضوع تھا ''دورفتن میں کرنے کا اصل کام اور جہاد کی منازل'' یہ خطاب تقریباً ڈیڑھ گھنٹہ جاری رہا۔ اس کے بعد نماز عشاء ادا کی گئی اور اس کے بعد جناب ذوالفقار بھائی نے درس حدیث دیتے ہوئے کہا کہ حدیث جبرائیل کی روشنی میں ہمارا طرزِ عمل کیسا ہونا چاہئے۔ اس کے بعد کھانے کا وقفہ ہوا اور بعد میں ایمانیات کے موضوع پر حاضرین کو سمجھایا گیا۔

اس کے بعد آرام کا وقفہ ہوا اور صبح تہجد کے لئے ساڑھے 3 بجے جگایا گیا۔ نماز تہجد کے بعد مسنون دعائیں سکھائیں گئیں نماز فجر کے بعد درس قرآن کے بعد پروگرام کا اختتام ہوا۔

اس پروگرام میں حاضرین کی تعداد 25 سے 30 رہی۔

(رپورٹ: محمد ظفر اقبال)

ضرورت رشتہ

رفیق تنظیم اسلامی کی گریجویٹ بیٹی' قرآن اکیڈمی کے ایک سالہ رجوع الی القرآن کورس سے فارغ التحصیل' عمر 20 سال' شرعی پردہ کی پابند کے لئے دینی گھرانے سے برسر روزگار نوجوان کا رشتہ درکار ہے۔

رابطہ: دفتر تنظیم اسلامی حلقہ خواتین' قرآن اکیڈمی' 36۔ کے ماڈل ٹاؤن لاہور۔ فون: 5836438

consistent, concessions to modern ideas and ways of doing things." A careful understanding, nevertheless, reveals that what is considered as making "partial concessions," is, in fact, a war against the core principles of faith and the teachings of Qur'an and *Sunnah*.

- Ultra-mods critique of "traditional," "fundamentalist" Islam has so far failed to establish tangible link of Islam's "backwardness" to the lack of willingness to accept "fruits of modernity," "democracy," and "legal rights." The "civilised" world's full support to Israel; double standards in dealing with dictators such as Musharraf, Mubarak, Saddam, other juntas such as in Algeria; multiple standards of human rights violations, and exoneration from war crimes — as we lately witnessed in Iraq and Afghanistan — have clearly proved the much vaunted claims of rationality, modernity, democracy, human and legal rights as hallow as they could be. There is no need to turn Islam upside down for making it acceptable to the fake champions of civilisation or enjoying the rotten fruits of liberalism.

The ultra-mods reject the argument that Islam contains all of the positive "fruits of modernity" as "apologetic mode" of "Islamic modernism." Believing that Islam has "the best answers to all problems of modern social and political organisation...principles of social justice and human rights," is "anything but liberal" to them. According to ultra-mods, Islam doesn't provide any blue-print for the social order. To them this is no more than "a notion that is clearly dear to 'fundamentalists' and other radical opponents of liberalism."

Furthermore, the ultra-mods believe that sacred texts provide nothing more than "moral injunctions." The existing legal systems or methodologies are redundant because it's the later Muslim generations who build legal systems and ruling from "scriptural prescriptions." In this discussion, role of Prophet Muhammad (PBUH) is totally ignored. They ignore what the Holy Qur'an says about the model he presented for later generations to follow.

Support to Ahmadi's perspective

The self-labelled "moderates" lend full support to ideas of persons, such as Abdelmajid Charfi (b. 1944) of Tunis. Abdou Filali-Ansary considers him an "enlightened Muslim intellectual" who "proposes a comprehensive alternative to the views held by Islamists and ultra-conservatives" in his *Islam Between Message and History.* While paying tribute to Charfi's views, Abdou Filal-Ansary writes in his recent paper that Charfi "offers a new reading of one of the basic dogmas held by Muslims — namely, that of the end (or "sealing") of revelation." This clearly proves that "liberal" or "moderate" Muslims consider sealing of prophethood as a "dogma" held by "extremists."

According to Abdelwahab El-Affendi, the ultra-mods "have gone the furthest in promoting 'liberal' theologies within Islam (like the Ahmadis in Pakistan, the Bahais in Iran, or the Republican Brothers in Sudan)." It is yet another stamp of approval to show that Ahmadis are "liberal" Muslims.[5] Such views expressed by Ahmadis and fully supported and promoted by ultra-mods in their blind rush is an extremely dangerous trend that not only paves the way for pitting Muslims against Islam but also makes the situation worse for Muslims peaceful coexistence with the West.

The above argument by the ultra-mods, or any support lend to such an argument, clearly amounts to rejecting the following verse of the Holy Qur'an:

> ***"Muhammad is not the father of any of your men, but he is the Messenger of Allah and the Last of the prophets; and Allah is cognizant of all things."***

Al-Ahzab: 33:40

Undermining Islamic Identity

The ultra-moderate limit Islam to individuals and reject the idea of a collective Muslim identity, such as the concept of Ummah. They call it one of the "most important consequences of the enlightened tendency." Since Islam is not considered a complete code of life, freeing it up of its identity is considered as a step towards all cultures and nations to "lay the foundation of collective identity" and to the "acceptance of a convergence with other religious traditions. The ultra-mods believe that only such an amalgamation of Islam with other religions will enable Muslims to "co-exist as equal citizens with non-Muslims." Not an easy proposition for the survival of Islam and its believers.

Although Muslims were never a single entity after the decline of the Umayyads, they still remained thoroughly connected and unified because of their common beliefs and life-style. In the beginning of 20th century seeds of racial prejudice and nationalistic chauvinism were planted to weaken that sense of brotherhood and winding up *Khilafah*. At the end of 20th century, these seeds were replaced by rancid notions of "fundamentalist," "moderate," "extremist," and many other kinds of Muslims, which are fast producing their bitter fruits in the form of growing disharmony.

The insanity of fratricide that we witnessed in Afghanistan and the Arab support to US in turning Iraq upside down are examples of one of the manifestations of Divine punishment which clearly warned of confounding us with divisions if we left the basics of Islam. Allah says:

> ***"Say: He has the power that He should send on you a chastisement from above you or from beneath your feet, or that He should throw you into confusion, (making you) of different parties; and make some of you taste the fighting of others. See how We repeat the communications that they may understand."***

Al An'aam (6:65)

Sura-e-Room clearly indicates that splitting into groups and disagreements leads on to shirk — not in itself being that, but because of the resemblance to its people, and having the same appearance as them, as the result of disagreement between the Muslims is the same as that between *mushrikeen*.[6]

Indeed this is what the enemies of Islam want. They, such as Pipes and Friedman, chant words which the ear accept willingly and find pleasing: Freedom, democracy, liberation and so on, but all they want from groups within Muslims is disunity of the Ummah and worsening of its differences.

I believe there are no appropriate words to close this argument than the words of Allah. He says:

> ***"Surely they who divided their religion into parts and became sects, you have no concern with them; their affair is only with Allah, then He will inform them of what they did."***

Al-An'aam *(6.159)*

End Notes

[1] A response to "What is Liberal Islam," *Journal of Democracy*, Volume 14, Number 2 April 2003.

[2] Abdou Filali-Ansary, "The sources of enlightened Muslim thought," *Journal of Democracy* Volume 14, Number 2 April 2003

[3] Abdou Filali-Ansary, "The sources of enlightened Muslim thought," Journal of Democracy Volume 14, Number 2 April 2003

[4] Ernest Gellner, "Flux and Reflux in the Faith of Men," *Muslim Society* (Cambridge: Cambridge University Press, 1981).

[5] Abdelwahab El-Affendi, "The Illusive Reformation," *Journal of Democracy*, Volume 14, Number 2 April 2003

[6] *"30.31"*: Turning to Him, and be careful of (your duty to) Him and keep up prayer and be not of the polytheists. *"30.32"*: Of those who divided their religion and became schismatics, each sect exulting in its tenets.

rejecting interpretations of great scholars such as Abu Hanifa, Imam Malik, and others under the notion of different levels of human understanding and new interpretation for modern times; then rejecting Ahadis for being unauthentic and finally diluting the Qur'an by removing portions which are considered as "not relevant" to the contemporary realities.

Despite the unimaginable depth of the Holy Qur'an, neither is the absolute truth "inaccessible" nor the "literal interpretation" wrong. Allah swears by the Qur'an and says:

> "***I swear by the Book that makes things clear. Surely We have made it an Arabic Qur'an that you may understand. And indeed it is, in the Mother of the Book with Us, exalted and full of wisdom,***"
>
> (Az-Zukhruf 43:1-4).

Those accuse Muslims for literal interpretation of the Qur'an, in fact, attempt to extract preconceived meanings which have no basis in the actual text.

Pick up any piece of writing or listen to any ultra-mod and you will find no word about the value of faith and its basic ingredients that bind Muslims together. The whole discussion only attempts to highlight differences and isolate positions. Instead of rushing into putting words in Allah's mouth, the ultra-mods need to pause and ponder as to why we receive calls from outside Muslims societies for reinterpretation of our faith.

This approach only serves to repel Muslims from the Divine Guidance by displaying a distorted image of it. This is what the moderates are displaying — repelling Muslims away from the divine guidance and believing only in parts of the Message. Qur'an says:

> "***Do you then believe in a part of the Book and disbelieve in the other? What then is the re ward of such among you as do this but disgrace in the life of this world, and on the day of resurrection they shall be sent back to the most grievous chastisement, and Allah is not at all heedless of what you do.***"
>
> Al Baqarah (2:85)

Protestant Islam?

The theme of "Islamic backwardness" has been blown out of proportion despite the so visible signs of barbarism and inhumanity of the "civilised world." The situation in the world of Islam today is far different than the situation in European intellectual and political circles in the nineteenth and early 20th centuries. Instead the reality is that the Christian world that fought among themselves at that stage is gradually re-uniting against Islam. The signs are so obviously visible all around us that even a blind would deny.

The non-Muslim scholars, journalists, and political leaders proclaim the need for the *aggiornamento* (updating) Islam is for no reason at all. Anyone who knows the basic difference between Christianity and Islam would agree that Islam is standing on solid footings in the form of Holy Qur'an – the word of Allah -- and the human model that practiced this Qur'an in the form of life of Prophet Muhammad (PBUH). Equating the inflated need for reformation in Islam with the history of Christianity, which had a Paul-written Bible and which too had at one time 24,000 different manuscripts.

For Christianity "reformation necessarily meant revolution, with traditional religious doctrines being discarded and novel ones adopted." It is, however, impossible to do the same with Islam. If you discard any part of the Qur'an, you are discarding your faith – you are Muslim no more, irrespective of any fatwa from any Mufti. Doesn't the Qur'an say:

> "***So do you believe in part of the Scripture and disbelieve in part? So what is the recompense for those who do that among you except disgrace in worldly life; and on the Day of Resurrection they will be sent back to the severest of punishment. And Allah is not unaware of what you do,***"
>
> (Al-Baqara 2:85)

Calls for the emergence of a "Muslim Luther" or the convening of a "Muslim Vatican II," are part of the mischievous propaganda which the ultra-mods have embraced for various reasons. Muslims Luthers can never come into existence until we reject and confuse the clear message from Allah as the ultra-mods of Islam are doing. Qur'an has indicated and warned against this trend 1500 years ago:

> "***And be not like those who became divided and disagreed after clear arguments had come to them, and these it is that shall have a grievous chastisement.***"
>
> Al-Imran (3:105)

The liberal discourse revolves around enlightening Islam by "enlightened Muslims" through reformation on the pattern of Christianity. The "enlightened" ultra-mods forget that Qur'an alone is the source of enlightenment, provided we understand and stick to every word of it. Allah says:

> "***Alif Laam Raa. A book which we have revealed to you [Muhammad] so that you may lead people from out of the darkness into the light by their Lord's leave to the path of the All-Mighty, the Praiseworthy.***"
>
> Ibrahim 14:1

Those who are looking for enlightenment in secular traditions and attitude must have a look at the history to see how the Qur'an brought a people out of darkness and made the most enlightened generation of the human history.

Modernity

A question is raised: How should Muslims face the challenges of modernity? Making it a point of contention is one thing, dealing this issue fairly is quite another. There is no need for long speeches and unending contention. We have our touchstones. Anything primitive, modern or ultra-modern, which is against the teachings of Qur'an and Sunnah is *haram* – a thumb rule that ends all confusion and all debate and the so-exaggerated need for reformation. Anyone who needs standards other than these is only looking for trouble and discard in the Muslim world.

It is we, who are making contemporary conditions as hurdles for implementing religious traditions with the kind of questions that what ways should ethical principles be conveyed and religious traditions implemented under contemporary conditions? Where there is a will there is a way is the simple answer. The basic questions should rather be: Do we have enough faith in our religious tradition? Do we consider them worthy of implementation? If we do, only then the secondary issue of implementation follows. However, with the glasses of faith firmly on our eyes, we don't see any of the obstacles which scare the sceptical minds.

If we rely on non-believers such as Ernest Gellner or Charles Kurzman to answer these questions for us, we will definitely bag a lot of confusion than solutions. Ernst Gellner, like his companions, believes that "relaxed" moment of the Muslim existence tends to be characterized by fascination with Western, secular, modern forms of social and political life.[4]

It is believed that "liberal strain" of Islam "can be understood as the only one that genuinely accommodates the fruits of modernity." It only depends on which fruit one is talking about and what is the Qur'anic perspective about it. For instance, having opposite sex friends, same sex marriages and having children out of wedlock are some of the fruits of modernity. Accommodating such fruits and then calling it a brand – the "liberal brand" – of Islam is hypocrisy at its extreme. Failing to resist temptations for the "fruits" is one thing, associating them with Islam is quite another. This is nothing less than undermining Islam and putting Muslims on each others throat.

The ultra-mods believe that "liberal Islam" is "ready to make partial, and more or less

Vol:12 Regd. No.LRL-50 No.16
Weekly *Nida-e-Khilafat* Lahore

View Point

Abid Ullah Jan
(E-mail: abidjan@tanzeem.org)

The neo-mods of Islam[1]

The neo-cons of Christianity and ultra-mods of Islam have complementary objectives and activities. Devoted services of the former for the establishment of a Christian order are directly proportional to the latter's attempt at undermining Islam. With the increased intensity of their convoluted philosophy, the ultra-mods are confusing ever more ignorant-of -Qur'an Muslims and non-Muslims.

Turning some Muslims into monsters, bringing others into the fold of their Northern Alliance of Islam and making the gap between Muslims and non-Muslims unbridgeable are the main fruits of their renewed attempts at re-defining Islam.

A quick review of the emerging tenets of "modernist tendency," identified by the ultra-mods, shows that they are matching the physical horrors of a war on Islam with their intellectual horror of inflaming a "war within Islam." Out to save the West from the scourge of "Islamic fundamentalism," the ultra-mods are in for burning it with the same flames of its creation.

Starting Point

Among those usually called "moderates," the starting point of the argument is taking history and religious precepts out before explaining a contemporary phenomenon. They blame "fundamentalist" Muslims for raising "historical contingencies about Islam to the status of authority and normative models."[2] This approach will never do justice to an issue because it only paves the way for twisting an argument in favour of the ultra-mods' preconceived ideas. If a contemporary issue is related to religion, there is no other option but to refer to religious precepts.

"Extremist" Muslims are blamed for invoking "the 'real' or 'underlying' or 'inside' explanation for this or that action or event." We must not forget that due to the supremacy and pivotal role of the Holy Qur'an and Sunnah in Islamic faith, if an argument involves a reference from these sources, it matters little if it is referred to as the "real" or "underlying" or "inside" explanation.

Moreover, these sources are enough to explain and provide guidance on any issue, whether contemporary, future or related to the past. Rejecting this guidance with the label of "essentialism," is, in fact, the real problem for the ever-increasing confusion spread by the ultra-mods. Such rejection amounts to repudiation of the completeness of Qur'anic message and Islam as a complete code.

The message of Qur'an and Sunnah is very simple and straightforward. It is not "assumption of essentialism" that reinforces confusion among Muslims. It is rather the big words, ambiguously described incomprehensible phrases and discretely disguised agenda of the ultra-mods that attempts to give overlapping meanings. Creating doubts about the sources of Islamic message and guidance of the humanity as a whole are, in fact, rejecting the following words from Allah:

> ***"O you who believe! obey Allah and obey the Apostle and those in authority from among you; then if you quarrel about anything, refer it to Allah and the Apostle, if you believe in Allah and the last day; this is better and very good in the end."***
>
> An-Nisa (4:59)

Secular attitudes

The argument in favour or against "moderate" Muslims and Islam finishes the moment the ultra-mods admit that they are linking Islam to "secular attitudes."[3] The simple most dictionary definition of "secular" is: "not bound by a religious rule." The Muslims do not see any part of their life that is not bound by a religious rule. For being a *Deen*, Islam is one step ahead of religion. So, a philosophy, whether "moderate," "liberal" or any of the other kinds that rejects Islam as a *Deen* that encompasses all aspects of our life could be anything but Islam in the first place.

Historical perspective

Highlighting the need of a "moderate" Islam, the ultra-mods go into history and claim that the term "initially proposed" for "moderate Islam" was "*Islah*." Those who are aware of concerned languages know that *Islah* (correction) and innovation are poles asunder. Secularising Islam or mutating its message does not fit into the category of *Islah*. There is also a difference between Islah of *Ummah* and *Islah* of the message of Islam. Those who are doing *Islah* of Muslims do not feel the need to cross the limits of Qur'an and make innovations for "enlightenment." Critical thinking and *Islah* are very different than what is being invented under the banner of "liberal" Islam. The ultra-mods admit that until the 1920s, *Islah* "referred to the need for redressing the then-current state of affairs among Muslims, an idea that had more to do with curing social ills or reforming society than with reformulating religious dogmas." Also note the phrase "religious dogmas," which is used for nothing more than the common Muslim belief that hanging on to Qur'an and *Sunnah* is the root of their faith.

Rejecting the core

The Muslims who believe their "beliefs are valid for all eternity" are called "protectors of orthodoxy." Of course, if such beliefs are based on Qur'an and Hadith, they are definitely for all eternity and beyond the ambit of human criticism. It is impossible for the ultra-mods to "reform the popular religiosity" without referring to changing the religious beliefs of the masses.

The recent paper by Abdou Filali-Ansary is an excellent example of ultra-mods rejecting the core of Islamic beliefs with the label of "pre-modern ideas." He writes: "These protectors continued to hold their beliefs to be valid for all eternity and beyond the ambit of human criticism. In these views, a pre-modern idea of absolute truth prevailed..."

Any belief in the Qur'an is valid for all eternity no matter how we may downplay it by calling it "pre-modern." According to the Holy Qur'an:

> ***"This is because Allah has revealed the Book with the truth; and surely those who go against the Book are in a great opposition."***
>
> Al-Baqara (2:176)

Seeking reinterpretation of Qur'an

Stressing the inherent relativity of human interpretations, the ultra-mods are striving to make a case of reinterpretation of Islam. It seems as if Allah didn't know the "intrinsic limitations of human mind" or He didn't know that different individuals have different levels of understandings, and the various ways in which the message of Islam would be transferred to them.

It is, in fact, one of the ruses for promoting more and more divisions within Islam and rejecting the core of Islam in phases: first by